

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مکتوب

صالحہ ایمان

مکتوب

(محبت اور انتقام کی اک ذومعنی داستان)



از قلم صالحہ ایمان

All Rights Reserved

Copyright: Saliha Iman (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

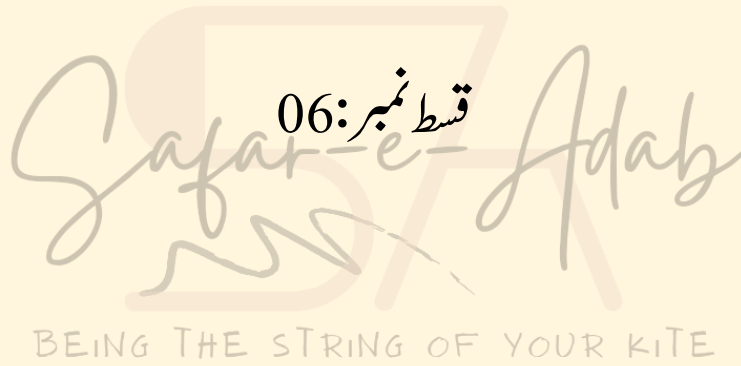
adab@safareadab.com

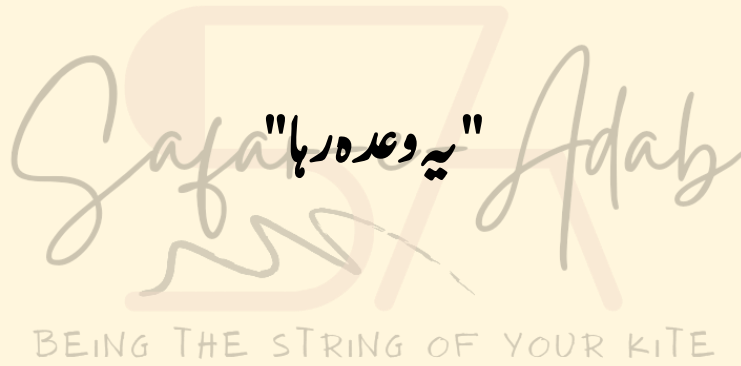
Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

مکتوب کے تمام جملہ حقوق لکھاری "صالحہ ایمان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔







ایک نوٹ لکھاری کی طرف سے پڑھتے ہوئے جائے

السلام علیکم ! بحیثیت لکھاری میں اپنے قارئین سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔ آج تک آپ نے میرے قلم سے صرف کہانی پڑھی ہے، آگے بھی پڑھیں گے لیکن آج میں آپ کو کچھ اور بتانا چاہتی ہوں۔ میں یہ بات سوشل میڈیا پر بھی شیئر کر سکتی تھی لیکن میں چاہتی ہوں کہ یہ بات صرف میرے ریڈرز تک پہنچے جو اس وقت اپنی تمام تر مصروفیات چھوڑ کر "مکتوب" پڑھ رہے ہیں۔ پہلے تو آپ سب کا بے حد شکریہ "مکتوب" کو پڑھنے اور اتنا سراہنے کے لیے۔ میں تہ دل سے آپ سب کی مشکور ہوں۔ ہمیشہ مکتوب کو ایسے ہی پڑھتے رہیے گا۔

اب آتے ہیں اصل بات کی طرف۔ مکتوب لکھنے کا سب سے پہلا مقصد وہ تھا جس کی وجہ سے میں نے یہ کہانی شروع کی تھی۔ لیکن لکھتے وقت اور خاص طور پر اس کا نام "مکتوب" رکھتے وقت مجھے اس کی حساسیت کا اندازہ ہوا۔ مکتوب بظاہر خود نام ہی بہت کمپلیکس ہے۔ مکتوب مطلب قسمت، فیٹ، آپ کا بخت، آپ کی قسمت میں کیا ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا سب لکھا جا چکا ہے۔ سب پہلے سے تہ شدہ ہے۔

اور میں نے کہانی اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھی ہے۔ اسی لیے میری آپ سب سے گزارش ہے کہ مکتوب کو صرف ایک کپل کی کہانی سمجھ کر مت پڑھیں۔ اسے "مکتوب" سمجھ کر پڑھیں۔ اگر آپ پڑھ رہے ہیں تو یہ آپ کی قسمت میں مکتوب تھا پڑھنا۔۔۔ ورنہ آپ نہ پڑھ رہے ہوتے۔

آپ ان کرداروں کے ساتھ بڑھیں گے۔

آہستہ آہستہ سب کھلے گا۔

بات کرتے کرتے کہاں پہنچ گئے خیر۔

مکتوب کا ٹریک آپ لوگوں کو تھوڑا سست لگ رہا ہو گا۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے بھی لگ رہا ہے کیونکہ میں سلولے کر چل رہی ہوں۔ آپ کی زندگی میں سب کچھ ہوا کے جھونکے کی طرح نہیں ہو جاتا۔ ہر چیز کو وقوع پذیر ہونے میں وقت

لگتا ہے۔ مکتوب بھی ابھی ایسے ہی ہے۔ اگر میں کہانی کو تیزی سے لے کر چلوں گی تو آپ کو بہت سی باتیں سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی محسوس ہوں گی۔ پھر پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

میں یہ بات یہاں بتانا چاہتی تھی کہ بار بار علیزے احمر کی دوستی پر باتیں آئیں گی، قصے کہانیاں کھلیں گی، ماضی بچ میں آئے گا کیونکہ یہ علیزے کا growing and healing phase ہے اور یہ فیز فوراً سے آکر نہیں چلا جاتا۔ ابھی تک آپ نے علیزے کا ماضی کو یاد کر کے رونادیکھا تھا۔ اب آپ اس کا ہیل ہونا دیکھیں گے۔ وہ زخم بار بار اس کا دل چھلنی کریں گے لیکن وہ ان پر مرہم رکھنے کے قابل ہوگی۔ اسی لیے کہانی آپ کو سست رو لگے گی لیکن میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں یہ ہیلنگ پروسیس آپ میں سے بہت سے لوگوں کے لیے ہیلنگ کا باعث ضرور بنے گا کیونکہ انسان کا ماضی تلخ ہو یا خوشگوار،،، یادِ ماضی ایسی چیز ہے جس سے آپ چاہ کر بھی چھٹکارا نہیں حاصل کر سکتے۔ میں آج یہ بات یہاں لکھ کر چھوڑ رہی ہوں تاکہ جب میں وقت میں پیچھے جا کر یہ نوٹ دوبارہ پڑھوں تو کہہ سکوں "کوئی نہ کوئی تو ایسا تھا جس نے مکتوب کو پڑھ کر خود کو ہیل کیا تھا" اور اس دن میری ریاضت پوری ہو جائے گی۔

انشاء اللہ

فقط آپ کی لکھاری صالحہ۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

چند حسین لمحے زندگی کے

اکتوبر کی ٹھنڈی ہواؤں نے اسلام آباد کو صبح بخیر کہا تو زندگی کا جامد پہیہ پھر سے حرکت میں آگیا۔ مشرق سے ابھرتے سورج نے اسلام آبادیوں کو سلام کیا۔ صبح کے وقت درختوں پر بیٹھے اللہ کی حمد و ثناء کرتے پرندوں نے سارے میں چہل پہل کر دی۔ غرض ہر طرح سے اتوار کے دن کی شروعات ہو چکی تھی۔

علیزے اس وقت چھت پر موجود پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ اس نے آف سفید رنگ کا فراک پہنا تھا جو گھٹنوں سے ذرا اوپر آتا تھا۔ ساتھ ہم رنگ ٹراؤزر۔ بالوں کی کیمچر میں ڈھیلا ڈھالا سا چھوڑا تھا۔ کانوں میں airpods لگائے وہ نمرہ سے بات باتیں کر رہی تھی جو کہ تقریباً پچھلے آدھے گھنٹے سے جاری و ساری تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں اور تمہیں یاد ہے ایسا ایک دفعہ ہمارے ساتھ بھی ہوا تھا۔" وہ کسی بات کا جواب دیتے ہوئے ہنس رہی تھی۔

"بہت اچھے سے یاد ہے میڈم۔ آپ نے ہی اس کی کافی میں نمک ڈالا تھا۔" نمرہ نے شرارت سے جواب دیا۔
پھر وہ یونیورسٹی کی اپڈیٹس اسے دیتی رہی۔

"میں کچھ دنوں میں چکر لگاؤں گی۔"

"جب مرضی آؤ۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔" اس نے خوش اسلوبی سے گویا ہوئی۔

"میں تمہاری یونیورسٹی آنے کی بات کر رہی ہوں۔"

"ہیں؟ پڑھنے کا پھر سے جنون سوار ہو گیا ہے کیا؟" وہ پودوں کو پانی دے چکی تو جھولے پر آ بیٹھی۔

"نہیں جی۔ آپ سے ملنے آنا ہے۔"

"خیریت ہے نا آج کل کچھ زیادہ ہی وقت دیا جا رہا ہے ہمیں۔ کیا حارث بھائی بڑی ہیں؟" علیزے نے اس کے شوہر کا نام لیتے ہوئے اسے چھیڑا۔ وہ جواباً ہنس دی۔

"لوگ خوش ہوتے ہیں کہ ان کی دوست ان سے ملنے آرہی ہے اور ایک تم ہو... چچ چچ۔"

"الحمد للہ میں ان لوگوں میں شامل نہیں ہوں۔"

"ہاں بھی اب نئے دوست جو مل گئے ہیں۔ مجھے کون پوچھے گا۔" علیزے نے اپنی ہنسی دبائی۔
پانی میں نہائے پودے اس لڑکی کو عرصے بعد ہنستا مسکراتا دیکھ رہے تھے۔
"بہت سمجھ دار ہو تم۔"

"ہو.... ہاؤ مین۔" علیزے ہنس پڑی۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مذاق کر رہی تھی یار۔" اب مزید کیا تنگ کرنا۔ "تم گھر ہی آ جاؤ۔ امی نے آپ دونوں کی دعوت بھی کرنی تھی۔
حارث بھائی بھی اسلام آباد ہیں۔ بعد میں دونوں بڑی ہو جاؤ گے پھر کہاں موقع ملے گا ملنے کا۔"

"اچھا جی اور یہ دعوت کس خوشی میں ہو گی۔"

"آپ کی گزشتہ گریجویشن کی خوشی میں تو ہے نہیں ظاہر ہے نکاح کے بعد کی دعوت ہے جو کافی عرصے سے صرف اسی لیے پینڈنگ تھی کیونکہ آپ جناب کے پاس مصروفیات کچھ زیادہ ہی تھیں۔"

"اچھا ابھی اب تانے مت مارو۔ بہت زبان لگ گئی ہے تمہیں۔" علیزے اسے تنگ کر کر لطف اندوز ہو رہی تھی۔

دوسری طرف نیچے کچن میں بیک ہوتے کپ کیس کی اشتہا انگیز خوشبو سارے میں پھیل رہی تھی۔ معظم اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس خوشبو نے اس کا دھیان اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ اسی طرف چلا آیا۔ درمیان میں بڑے کاؤنٹر سلیب پر سب کچھ بکھرا پڑا تھا۔ بیکنگ کا سامان، چھوٹے چھوٹے پینز، کھانے کی چیزیں، کچھ پھل چاکلیٹس وغیرہ۔ ساتھ ہی بیٹھنے کے لیے تین لکڑی کے سٹول بھی تھے۔ بائیں طرف مائیکرو ویو اوون تھا جس سے زوں زوں کی آوازیں آرہی تھیں یعنی کچھ بیک ہو رہا تھا۔ یہی دیکھنے کے لیے وہ اس طرف گیا اور جھک کر اندر جھانکا۔ چھوٹے چھوٹے مفن بیگز میں بیک ہوتے کپ کیس۔ وہ زرد روشنی کے ہالے میں اوون ٹرے کے اوپر گول گول گھوم رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ واپس کچن کاؤنٹر تک آیا اور پھیلاوے کو دیکھنے لگا۔ کیا کھایا جاسکتا ہے ان میں سے؟؟ وہ بالوں کو کھجاتے ہوئے سوچنے لگا۔ پھر نظر چاکلیٹس پر پڑی۔ ایک پلیٹ میں چاکلیٹ کی کیوبز پڑے تھے۔ اس نے انہیں پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا جب کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ گھبرا کر اچانک مڑا اور اسے سامنے دیکھ کر بولا۔

"تم؟؟؟" علیزے مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا کر رہے ہو یہاں؟" آنکھوں سے سامنے کاؤنٹر پر پڑی چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ایسے تو موت کا فرشتہ بھی نہیں آتا جیسے تم آئی ہو۔ ڈرا دیا مجھے۔" اس نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر گہرے گہرے سانس لیے۔

"چور کی داڑھی میں تنکا....." وہ اب بھی اسے اسی طرح دیکھتے ہوئے اسٹول کھسکا کر بیٹھ گئی۔

"صد شکر میری داڑھی نہیں ہے۔" وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"ہاں ورنہ تمہاری داڑھی میں تنکا کتنا گند الگتا۔ آخ۔۔ آخ۔۔" چہرے کے عجیب زاویے بنا کر یک دم ہی ہنس پڑی۔ لیکن معظم کی غصیلی نگاہیں دیکھ کر مدافیانہ انداز میں بولی۔

"اچھا سوری سوری۔ غصہ مت کرو۔ بھائی ہو تم میرے اب تم سے مذاق نہیں کروں گی تو کس سے کروں گی۔" معظم سر جھٹکتا آگے بڑھا اور دوسرا اسٹول چھوڑ کر تیسرے پر بیٹھ گیا۔

"ویسے کر کیا رہے تھے یہاں؟" اس نے متلاشی نظروں سے ہر چیز کو دیکھا۔ الگ الگ پلیٹس میں الگ الگ چیزیں۔ انہیں دیکھ کر اس کا دل لپچایا۔ کون سی چیز کھاؤں؟؟؟؟
"میں تو بس دیکھ رہا تھا یہاں بیکنگ کون کر رہا ہے۔"

"معظم... وہ کون ہے جو چھٹی والے دن بیکنگ کرتے ہیں؟" نظریں ابھی کسی کھانے کی چیز کو ڈھونڈ رہی تھیں اور جب نظر ٹھہری تو چاکلیٹس کی پلیٹ پر۔ اس نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور منہ میں ڈال لیا۔ اس کی دیکھا دیکھی معظم نے بھی ہمت کر کے ایک ٹکڑا اٹھا لیا۔
چاکلیٹ کو کون منع کر سکتا ہے۔

"وہی جو ڈاکٹر ہونے کے باوجود خود کو بیکنگ کا ماسٹر مانتے ہیں۔" دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور آبرو اچکائے۔ پھر یک زبان ہو کر بولے۔

"منظر بھائی۔" پھر ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے۔

ان کی آوازیں باہر نہ جائیں اسی لیے ہاتھ کے اشارے سے علیزے نے معظم کو دھیمے رہنے کو کہا۔

"بھائی ہمیشہ بیکنگ تب کرتے ہیں جب وہ بہت خوش ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ بھائی اتنے خوش کیوں ہیں؟" معظم کی سوئی اسی بات پر اٹکی تھی ایسا کیا تھا جو اسے معلوم نہیں تھا۔ جبکہ علیزے کا خرافاتی دماغ کچھ اور سوچ رہا تھا۔ وہ ایک نظر مانکروویو کو دیکھتی تو دوسری نظر ان مظلوم اشیاء پر ڈالتی جو جانے کب سے ایسی ہی پڑی تھیں۔ ظلم نہیں تھا ان کے ساتھ؟

"تمہیں نہیں پتہ؟؟" معظم کے سوال پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ معظم نے نفی میں سر ہلایا۔ "بھائی کے ان لازمی طرف سے فون آیا تھا۔ ان کے ہونے والے ساس سر عمرے سے واپس آگئے ہیں ماشاء اللہ۔ (یہاں معظم نے بھی زیر لب ماشاء اللہ بولا) اور انھوں نے شادی کی ڈیٹ مانگی ہے۔" مانکروویو کی زرد روشنی اب بجھ گئی تھی۔ کپ کیس بیک ہو چکے تھے۔ اشتہا انگیز خوشبو نے سارے پر اپنا اثر چھوڑ دیا تھا۔

"یعنی بہت جلد ہمارے بھائی بھی گھر والے ہونے والے ہیں۔" شاید اس پر یہ انکشاف پہلی بار ہوا تھا کہ شادی کے بعد بندہ گھر والا ہو جاتا ہے ورنہ اتنی حیرانی سے نہ کہتا۔

علیزے اٹھ کر مانکروویو تک گئی اور کھول کر اندر جھانکا۔ ایک کیک کو ہلکا سا انگلی سے دبایا۔ وہ نرم تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے گلوں پہنے اور پوری ٹرے باہر نکال لی۔

"تم سب جاؤ گی ٹرپ پر؟"

"ظاہر سی بات ہے۔ ایسے موقع کون سا بار بار آتے ہیں۔"

وہ پھر سے اپنی باتوں میں لگ گئے۔ اس نے جلد ہی معذرت کر لے کا کاٹ دی۔

اس کا کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

"اتنا tough شیدول چل رہا ہے اور ٹیسٹ سیشن بھی شروع ہونے والا تھا پھر بھی یہ لوگ اتنا ریلیکس ہیں اللہ تعالیٰ۔"

اور ایک میں ہوں جسے سمجھ ہی نہیں آ رہا پڑھوں کیسے۔"

وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

دل اداس تھا۔ کہاں وہ سب ٹرپ پر جانے کی تیاریاں کر رہی تھیں اور کہاں وہ پڑھائی کا سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔

Safar-e-Adab

"ان شارٹ پرائے ہو جائیں گے۔" معظم کے کہے گئے جملے کی اس نے زیر لب تصحیح کی۔

Muffin pans اس نے کاؤنٹر کر رکھ دیے۔ ان کی خوشبو نے سارے میں ہلکا سا ماحول بنا دیا تھا۔

"اور اسی خوشی میں بھائی ہمارے لیے کپ کیس بنا رہے ہیں؟"

علیزے کو خود بھی نہیں پتہ تھا کہ وہ کیس کس لیے بنا رہے ہیں۔ ہاں شاید وہ خوش تھے اور خوشی میں ہمیشہ بکنگ ہی کرتے تھے۔ بس یہی سوچ کر اس نے کہہ دیا۔

"ہاں اب ادھر آؤ۔ بھائی تو اونٹائن سیشن لینے میں بڑی ہیں۔ ان بچارے کیس کا کیا قصور ہے اور ہمارا کیا قصور ہے۔"

کہتے ساتھ ہی وہ ایک کیسینٹ کی طرف مڑی۔

"کیا کرنے لگی ہو؟" معظم چیری کھاتے ہوئے بولا۔ اتنے میں وہ دواپرن لیے اس کے ساتھ آچکی تھی۔
 "بھائی کا کام آسان کر رہی ہوں۔" ساتھ ہی ایک آنکھ دبائی اور معظم کو اٹھنے کو کہا۔ وہ اٹھتے ہوئے بولا۔
 "یار بھائی کو نہیں پسند کوئی ان کے کام میں دخل اندازی کرے۔ وہ غصہ ہوں گے۔" معظم نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔
 علیزے نے "پتچ" کرتے ہوئے اس کی بات کی نفی کی۔ "اف معظم۔ بھائی نے پہلے کتنی دفعہ غصہ کیا ہے جواب کریں گے۔"

"لیکن ہم نے ایسی حرکت بھی پہلے نہیں کی۔" وہ اب بھی بضد تھا۔ جبکہ علیزے کا ونٹر کو صاف کرنے میں مگن تھی۔

"یہ کوئی ایسی بھی حرکت نہیں ہے جس کی معافی نہ ملے۔ تھوڑا بہت ڈانٹیں گے اور بس۔ چلو نال کر بناتے ہیں کتنا مزہ آئے گا معظم۔" وہ خوشی خوشی کہہ رہی تھی۔ معظم بھی اس کی بات سے متفق ہو گیا تھا۔
 تھوڑا بہت مزہ کرنے میں آخر کیا حرج ہے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں بیکر بنے ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔ اپنی شاہکاری دکھانے کے لیے تیار۔
 "بات سنو تمہارے پاس tripod stand ہے؟"

(جدید قسم کا آلہ جس پر فون کو فکس کے کے ویڈیو بنائی جاتی ہے۔)
 "ہاں کیوں؟"

"تو پھر لے آؤ۔ ہم شوٹنگ بھی کریں گے۔ تم بعد میں اسے ایڈیٹ کر لینا۔"

"اتنے ڈرامے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" معظم نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"For the sake of memories bro"

دس سال بعد جن ہم بھی بھائی کی طرح بہترین بیکر اور شیف بن جائیں گے تب اسے دیکھ کر خوب ہنسیں گے۔"

"اور ہم ہنسیں گے کیوں؟" اسے علیزے کے بات کا لاجک سمجھ نہ آیا۔
 "سمپل، ہمیں بنانا تو آتا نہیں ہے۔ ٹرائل ہی ہے۔ دیکھنا کیسے کیسے شاہکار بنتے ہیں۔"
 ایک سیکنڈ۔ دو سیکنڈ۔ پھر دونوں ہنس پڑے۔
 "تم ایکٹریس کیوں نہیں بن جاتی۔"
 "وہ اس لیے کہ میری ڈرامے بازی میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی انورڈ نہیں کر سکتا۔" اس نے بالوں کو جھٹکتے ہوئے
 کہا۔ معظم ہنستا ہوا ٹرائی پوڈسٹینڈ لینے چلا گیا۔

کچھ دیر میں فون کو اس سٹینڈ پر فکس کر کر وہ دونوں اپنی جگہ سنبھال چکے تھے۔

"السلام علیکم ناظرین۔ ہم آپ سب کے پیارے میزبان، قدردان اور host بھی اور ghost بھی۔ (معظم نے
 سے آنکھیں دکھائیں) اچھا بلس ہوسٹ ہی۔ (ساتھ ہی دانت نکالے) آپ کو آج کی شو میں خوش آمدید کہتے ہیں۔"
 جھک کر تعظیم پیش کی۔
 ہاتھ سے معظم کو بھی اشارہ کیا وہ بھی اس کی دیکھا دیکھی سینے ہر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا۔
 پھر دونوں سیدھے ہو گئے۔
 BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں ہوں علیزے رئیس سکندر اور میں اس بات کا پور خیال رکھوں گی کہ آپ لوگ میری کمپنی میں بورنہ ہوں۔"
 وہ کیمرے میں دیکھ کر بول رہی تھی۔ لمحہ لمحہ اس میں ریکارڈ ہو رہا تھا۔

وہ اپنے حصے کا بول چکی۔ اب معظم کے بولنے کی منتظر تھی لیکن وہ خاموش تھا۔ اس نے کیمرے میں دیکھتے ہوئے
 اسے کہنی ماری۔

"سکرین پر بولنے کے پیسے دیے جاتے ہیں۔ خاموش رہنے کے نہیں۔" دانت پر دانت جما کر کہا۔ مسکراہٹ اب بھی لبوں پر سجائی تھی۔

"اور میں ہوں معظم رئیس سکندر اور اگلے کچھ لمحوں میں آپ ہمیں اپنے بھائی کی محنت کو خراب کرتے ہوئے دیکھیں گے۔"

علیزے نے معظم کی طرف دیکھا اور ایک آبرو اچکائی۔

"ہوں۔ کیا سچ میں؟" سینے پر بازو لپیٹے تھے۔

"ہاں نابالک۔ سچ میں۔" اس نے بھی سینے پر بازو لپیٹ کر تندہی سے جواب دیا۔
اور پھر دونوں اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکے۔

کمرے میں اب کا منظر پہلے والے منظر سے قدرے مختلف تھا۔ اب کی بار وہ کتابیں لیے بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے والی پریشانی سرے سے ہی نہیں تھی۔

دروازے پر ہونے والی دستک ہر اس نے سراٹھا کر دیکھا۔ بھائی دروازے میں کھڑے تھے۔

"بھائی۔" وہ مسرت سے کہتے ہوئے کرسی سے اٹھی۔

بھائی نے قریب آکر اس کے سر پر دائیاں ہاتھ رکھا۔ بائیاں ہاتھ کمر پر تھا۔

"پڑھائی ہو رہی ہے؟" اس کی اسٹڈی ٹیبل پر پھیلی کتابوں کو دیکھتے ہوئے انھوں نے پوچھا۔

"جی بھائی۔" وہ مسکراتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔

"میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔" انھوں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ حیرت سے انھیں دیکھ رہی تھی۔

"میرے لیے۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔ اور بانیاں ہاتھ سامنے کیا۔ اس میں ایک گفٹ تھا۔ اس نے خوشی سے اسے تھاما۔

"میں کھول لوں اسے؟" کہتے ساتھ اس نے کھولنا شروع کیا۔

اس میں ایک mini study timer تھا۔ micky mouse کی شکل کا۔

"اب تم اپنی پڑھائی کو آرام سے مینج کر سکتی ہو۔ کب پڑھنا ہے، کتنی دیر پڑھنا ہے، کب بریک لینی ہے۔۔۔ سب اس کے ذریعے مینج کر سکتی ہو۔ تمہیں اچھا لگا؟" اسے بات سمجھا کر انھوں نے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے مجھے کس چیز کی ضرورت ہے؟" اس بات پر وہ ہلکا سا ہنسے۔

"میں چپکے سے تمہارے فرشتوں سے پوچھ لیتا ہوں۔" وہ بھی ہنس دی۔

"تھینک یو سوچ بھائی۔ آپ نے میری مشکل آسان کر دی۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے رہے۔

کچھ دیر بعد بولے۔

"زما رہے ہیں یہ وقت تمہارے لیے بہت قیمتی ہے۔ اسے تم نے ہر لحاظ سے productive بنانا ہے۔ ایک ایک لمحہ تمہارے لیے ضروری ہے۔ اسی لیے صرف پڑھائی پر فوکس کرو باقی سب کام زندگی میں ہوتے رہیں گے۔"

"جی بھائی۔ میرا پورا ادھیان پڑھائی پر ہی ہے۔ آپ پریشان مت ہوں۔" اپنے بھائی کی فکر مندی دیکھ کر اسے اچھا لگا۔

کچھ دیر پہلے وہ جس شش و پنج کا شکار تھی اس بارے میں وہ انھیں نہیں بتا سکتی تھی کیونکہ وہ انھیں فکر مند نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اور اس وقت اسے اس کے بھائی کا بیک اسپورٹ حاصل تھا جو اس کی سب سے بڑی ہمت تھی۔

یہی اس کے لیے کافی تھا۔

اتوار کا آدھا دن ختم ہو گیا تھا لیکن ان دونوں کی کارستانیوں ختم ہونے میں نہیں آرہی تھیں۔ ان کے آنے سے پہلے کچن جیسا تھا، اب ان کی موجودگی میں اس کی شکل بالکل تبدیل ہو چکی تھی۔ اپنا تعارف وہ پہلے ہی کروا چکے تھے۔ اب وہ اپنی پسند کے کپ کیس بنانے میں سرگرم تھے۔ ابھی تک وہ چار مختلف قسم کے کپ کیس تیار کر چکے تھے۔

"ویسے علیزے تمہیں نہیں لگتا بھائی بھی ویسے ہی ہو جائیں گے؟" دونوں ہاتھوں سے وہ کیک کی ٹوپنگ کر رہا تھا۔ ساتھ ہلکی ہلکی آواز میں دونوں بات کر رہے تھے تاکہ کوئی سن نہ لے۔ "کیسے؟" وہ بھی اپنے کام میں پوری طرح سے انہماک تھی۔ red velvet کیک کچھ لمحوں میں تیار ہونے کو تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

"وہی جو رو کے غلام ٹائپ۔" وہ بھی کام میں مصروف بولا۔
"بالکل نہیں۔ وہ بہت مختلف ہیں۔" ریڈ ویلوٹ کیک تیار تھا۔ علیزے نے اسے ہاتھ میں پکڑ کر اونچا کیا اور فخر سے دیکھا۔ آہ لریز۔

"اچھا پھر کیسے ہیں؟" کرش کیے کو کیز کا بیٹر بنا کر اس نے کپ کیک پر ڈالا اور پھر اس کی بھی فرواٹنگ کرنے لگا۔ "سنجیدہ مزاج..... کم گو..... اور مصروف ڈاکٹر۔" وہ سوچ سوچ کر الفاظ ادا کر رہی تھی۔ معظم اور علیزے کا بنایا کیک تیار تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے سامنے کیا۔

"چلو اسے آدھا آدھا کرتے ہیں۔"

پھر آدھا کر کے دونوں نے کھایا۔

یہ کرتے ہوئے وہ بچوں کی طرح مزے لے رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ ایک انجینئرنگ کا اسٹوڈنٹ ہے اور ایک لاء کی۔

پھر وہ دوسرا بنانا لگے۔

اگر جوان کی امی انھیں یوں لگن سے کام کرتا دیکھ لیتیں تو رشک سے واری واری جاتیں۔ دونوں میں اتنا اتفاق وہ محض تصور ہی کر سکتی تھیں۔

"یہ دیکھو معظم۔ بھائی ہوتے تو ایسے کرتے۔" ہاتھ میں ایک چاکلیٹ کپ کیک پکڑ کر بلند کیا۔ بالکل آنکھوں کے نزدیک پھر تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر ایک بائٹ لی۔ چہرہ بالکل سپاٹ کر لیا تھا۔ وہ بھائی کے رول میں آچکی تھی۔

"کوئیز صحیح سے کرش نہیں ہوئے۔ dough بھی بہت گاڑھا ہے۔ اسے اور بہتر بنایا جاسکتا ہے۔" وہ گلا کھٹکھا کر بھاری آواز میں بولی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابھی بھی وقت ہے میں امی ابو سے بات کر لیتا ہوں۔ تم وکالت چھوڑ کر...." اس کی اداکاری پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"ایکسیوزمی۔ مجھے اپنا پروفیشن بہت عزیز ہے سمجھے۔ یہ تو وقتی شوق ہے اور کچھ نہیں۔" معظم کندھے اچکا کر رہ گیا۔ مرضی ہے بھئی۔

"یہ باقی گھروالوں کے لیے بنا لیتے ہیں۔" دونوں نے اس خیال پر اتفاق رائے اختیار کیا۔

"ویسے میں نے سنا ہے شادی کے بعد سب مرد بدل جاتے ہیں۔"
وہ پتہ نہیں کیا کنفرم کرنا چاہتا تھا جو اس طرح کے سوالات کر رہا تھا۔

"شادی کے بعد ان مردوں میں بس ایک ہی تبدیلی آتی ہے جس کی وجہ سے ہمیں لگتا ہے وہ بدل گئے ہیں۔"
معظم نے بادام اچھے سے کرش کر کے کریمی dough میں ڈال دیے۔

"کیا؟" پھر اس سے کیک پر فروسٹنگ کی۔

"وہ یہاں سے (سر جھکا کر درمیان میں اشارہ کیا) سے گنچے ہو جاتے ہیں۔"
دونوں کھکھلا کر ہنس پڑے۔ معظم کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔
"یہ تو بالکل سچ ہے۔" اسے سامنے گھر والے رشید انکل یاد آئے، دوسری کالونی والے نیاز انکل یاد آئے۔ آہ کتنی
مثالیں اور تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیکس بناتے بناتے انھوں نے کچن کا کیا حال کر دیا تھا اس کو مدِ نظر رکھنے کی انھوں نے ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔
دونوں کے اچرن پاؤڈر اور کریم سے لت تھے۔

"ہم کیسی باتیں کر رہے ہیں یا سب ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ بھائی نے دیکھ لیا تو کیا کہیں گے۔" معظم نے کہتے ساتھ ہی
جھر جھری لی۔

"کتنا ڈرتے ہو تم بھائی ہے۔ جلاد تھوڑی ہیں وہ۔" معظم کا ونٹر کرپاس ہی کھڑا تھا جبکہ علیزے یہ جملہ کہتے ہوئے اسٹول پر بیٹھ چکی تھی۔ دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔

پل بھر میں معظم کے تاثرات بدلے۔ کیک والا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔
بامشکل حلق سے آواز نکلی۔

"وہ بھائی....."

"ہاں ہاں بھائی کی بات کر رہی ہوں۔ کچھ نہیں کہتے تمہیں۔ میری طرح نڈر بنو۔ دیکھو میں تو بالکل نہیں ڈر رہی۔" وہ ویڈیو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
"دیکھ رہا ہوں۔"

عقب سے آتی آواز پر اس کے ہاتھوں کی حرکت رک گئی۔ بد وقت سر اٹھا کر معظم کو دیکھا۔ اس کی نظریں علیزے کے پیچھے کھڑے شخص پر تھیں۔
علیزے نے دھیرے سے فون رکھ دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ معظم بھی اسی کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا۔ دونوں کی چہرے جھکے ہوئے تھے۔

مظہر دروازے پر کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔

پھر وہ ان تک آیا۔ کچن کا پھیلاوا دیکھا۔ جیسا وہ سب چھوڑ کر گیا تھا ویسا اب کچھ بھی نہیں تھا۔

"اوون سے کپ کیسک کون کے کر آیا تھا۔" اس نے اوون کی طرف دیکھتے ہوئے پہلا سوال کیا۔
دونوں خاموش رہے۔

"یہ سب کرنے کا آئیڈیا کس کا تھا؟" دوسرا سوال۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں؟" آواز دھیمی تھی لیکن لہجہ سنجیدہ تھا۔

اب کی بار دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔

"بھائی علیزے لائی تھی۔"

"ہوووو۔۔۔ بھائی اس نے بھی میرے ساتھ کیس بنائے تھے۔ اب سارا نام مجھ پر ڈال کر خود بری ہونا چاہتا ہے۔" علیزے نے غصے سے اسے دیکھا۔

"اچھا؟ کیس تم لائی اوون سے، ویڈیو بنانے کا آئڈیا بھی تمہارا تھا۔"

"تم بھی تو ساتھ ملے ہوئے تھے۔ میں نے زید سستی تو نہیں کی تھی۔" دونوں نے جھگڑنا شروع کر دیا تھا۔

"خاموش!" مظہر کی سرد آواز پر دونوں رک گئے۔

اسی وقت ثریا بیگم کچن میں داخل ہوئیں۔

"یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم دونوں نے کچن کا؟" وہ صدمے سے کچھ کی بکھری حالت کو دیکھ رہی تھیں۔ دونوں خاموش رہے۔ مظہر کچھ بھی کہتے کی بجائے کاؤنٹر تک آیا اور سامان سمیٹنے لگا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب کچھ بولو گے تم دونوں؟ یہ کیا تماشا ہے؟ بچے ہو تم دونوں؟" وہ بری طرح انھیں ڈانٹ رہی تھیں۔ وکیل بھی خاموش تھا انھیں خود ہی اپنا دفاع کرنا تھا۔

"ہم تو بس کیس بنا رہے تھے۔" انھوں نے اپنے حق میں گواہی دی۔

"کس کے ولیمے کی خوشی میں بنا رہے تھے کیس؟" لیکن جج صاحبہ کے سامنے ان کی گواہی زائل ہو گئی۔

علیزے نے ہمت کر کے پوری بات بتائی۔

"یہ کیس ہمارے لیے نہیں تھے۔ یہ کوثر کے گھر بھجوانے تھے۔" دونوں نے شاک سے سر اٹھایا پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

(کوثر بھائی کے گھر؟)

منظہر نے امی کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ کیس تو وہ کھا چکے تھے اب ڈانٹنے کا فائدہ۔

"یہ بھائی ہمارے لیے نہیں بنا رہے تھے؟"

"تم دونوں کو الہام ہوا تھا کہ تم دونوں کے لیے وہ بنا رہا ہے؟ ایک بار پوچھ تو لیتے۔ ہر کام میں پنگالینے کی عادت بن چکی ہے تم دونوں کی۔ کب بچوں والی حرکتیں کرنا بند کرو گے۔" وہ سخت غصہ تھیں ان پر۔ وہ مسلسل ڈانٹ رہی تھیں۔ اور وہ دونوں سر جھکائے سن رہے تھے۔

"اب کھڑے کیا ہو جاؤ یہاں سے۔"

وہ دونوں چپ چاپ وہاں سے چلے گئے۔

وہ بڑبڑاٹی ہوئی مظہر تک پہنچیں۔

"دل تو کر رہا تھا ان سے صاف کرواؤں یہ سب۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امی آپ نے خواہ مخواہ انھیں ڈانٹ دیا۔ بچے ہیں دونوں۔ دل کر رہا ہو گا ان کا مستی کرنے کا۔ اور یہی تو عمر ہے ان کی۔ اب مزہ نہیں کریں گے تو کس عمر میں کریں گے۔ ایسے مت ڈانٹا کریں انھیں۔" وکیل نے اب ان کی حمایت کی تھی۔

"تم نے ہی انھیں سر پر چڑھایا ہے اسی لیے اتنا بگڑ گئے ہیں۔" وہ اسے بھی سخت سست سناتی ہوئی سامان سمیٹ رہی تھیں۔ مظہر نے کاؤنٹر پر پڑا فون اٹھایا۔ اس پر ایک ویڈیو کھلی تھی۔ اس نے چلا دی۔ سامنے کا منظر اس کے سامنے تھا۔

دونوں کیس بنا رہے تھے، باتیں کر رہے تھے، ہنس رہے تھے۔ ویڈیو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اور دل پر چوٹ بھی۔

وہ کتنا خوش تھے یہ کرتے ہوئے اور اب کتنا دکھی ہوں گے۔ اسے سوچ سوچ کر ہی برا لگ رہا تھا۔ وہ فون لے کر اپنی امی کی طرف آیا۔ اور انھیں پوری ویڈیو دکھائی۔

"دیکھا آپ نے کتنا خوش تھے دونوں۔" اب انھیں بھی برا لگ رہا تھا۔

"جانتا ہوں آپ نے ان کے بھلے کے لیے ڈانتا تھا لیکن امی آپ آج انھیں ایسے ڈانٹیں گی تو اگلی دفعہ وہ اس طرح مستی نہیں کر پائیں گے۔ ان کے دل میں ایک بات بیٹھ جائے گی کہ امی ڈانٹیں گی۔ بھائی غصہ کریں گے۔ پھر وہ چاہ کر بھی اپنی آزادی نہیں جی پائیں گے۔ ہم خود بھی انھیں کہیں گے وہ تب بھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کا دل اچاٹ ہو چکا ہو گا۔ کیا آپ تب کچھ کر پائیں گی؟ کیا تب آپ ان کی خوشی انھیں لوٹا پائیں گی؟" وہ خاموش تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہم نے کبھی انھیں کسی بات کے لیے نہیں روک ٹوک کی۔ اب اس طرح کریں گے تو وہ فیل کریں گے۔ کیونکہ اب کوئی اس گھر کا فرد بننے والا ہے۔ اور انھیں یہی لگے گا اسے اٹینشن مل رہی ہے اور وہ دونوں اگور ہو رہے ہیں۔ ایسے بچے باغی ہو جائیں گے۔ آپ پلیز انھیں دوبارہ ایسے مت ڈانٹے گا۔ اور موثر سے جڑی کسی بات کے لیے تو بالکل نہیں۔"

انھوں نے محض سر ہلا دیا۔

"تم ان کے لیے کچھ بنا کر لے جاؤ۔ تمہاری بات مان لیں گے۔ میں آتی ہوں۔" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر وہاں سے چلی گئیں اور مظہر کیس بنانے میں مصروف ہو گیا۔

شام کی چہل قدمی

اسلام آباد پر شام کی سرخیوں نے پہرے ڈال دیے تھے۔ موسم میں ہلکی ہلکی ٹھنڈک تھی جو محسوس کرنے میں بڑی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ ایسے ہی موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہ پارک تک آیا تھا۔ وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تنہا درختوں کے گھنے سائے میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ زمین پر گرے سوکھے پتوں پر جب اس کے پاؤں پڑتے تو شور گونج اٹھتا۔ آس پاس چند ایک لوگ موجود تھے۔ وہ اپنی سوچوں میں خطاں وہاں چہل قدمی کر رہا تھا جب دبے قدموں کوئی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ وہ محسوس کر چکا تھا اسی لیے گردن موڑ کر نہ دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس اچانک تبدیلی کی وجہ نہیں پوچھی تم نے؟" پونی ٹیل والی لڑکی اس کے شانہ بشانہ چل رہی تھی سوال پر وہ مسکرایا۔ دائیں گال کا ڈمپل واضح ہوا۔

"تبدیلی کی وجہ پوچھی نہیں جاتی، جانی جاتی ہے۔" وہ سامنے دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔

وہ اس کا الہام تھی وہ جانتا تھا۔ اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ کام دل پہلے ہی کر رہا تھا۔

"تم اب تک جان تو چکے ہو گے۔" وہ یقین سے کہہ رہی تھی۔
وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔
کافی دیر وہ خاموشی میں چلتا رہا، چلتا رہا۔۔۔

"اسے احساس ہو گیا تھا کہ مجھے اس کی بات بری لگی ہے۔" الفاظ ادا ہو رہے تھے لیکن لب ملتے نظر نہیں آرہے تھے۔ "وہ شاید یہ کہنا بھی نہیں چاہتی تھی (ہم دوست نہیں ہیں احمر) وہ بس ایک ریفلکس ایشن تھا۔" وہ دل ہی دل میں الفاظ ادا کر رہا تھا۔

لڑکی اب بھی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ شاید سن رہی تھی یا شاید نہیں۔

"لیکن اس نے کہا تو تھانا۔ اور میں اس کے کہنے کے بعد زبردستی اس کے ساتھ منسلک نہیں رہنا چاہتا تھا۔ کسی بھی ناطے سے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ صرف اپنا گلٹ ختم کرنے کے لیے ایسا کرتی۔ دل سے نہ کرتی۔ اور میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔" پتوں کی سرسراہٹ اس کی آواز کے ساتھ ایک ساز پیدا کر رہی تھی۔

"اسی لیے کنارہ کر لینا میں نے مناسب سمجھا۔ میں اس کے پلٹ آنے کا منتظر نہیں تھا۔" رک کر کہا۔ "یا شاید تھا۔" وہ اپنے دل کی کیفیات سے یکسر بے نیاز کہے جا رہا تھا۔ "پتہ نہیں۔ لیکن وہ پلٹ کر آئی۔ مجھے لگا تھا وہ ہوا کا تیز جھونکا ہے جو آیا اور چلا گیا۔ لیکن وہ تو موسم سرما میں ان ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں جیسی ہے جو ہر وقت موسم میں ٹھنڈک برقرار رکھتی ہیں۔" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "وہ موسم بہار میں پھولوں کی ان خوشبوؤں جیسی ہے جو سارے میں خوشبو معطر کر کے رکھتے ہیں۔" دل کا موسم بدل رہا تھا۔ اسے اپنے آس پاس بھی موسم بدلتا ہوا لگ رہا تھا۔ اسے اپنے آس پاس بہار کا موسم محسوس ہو رہا تھا۔

"وہ موسم برسات میں اس ٹھنڈی بھوار جیسی ہے جو قطرہ قطرہ برستی رہتی ہے۔ مسلسل۔ بغیر رکے۔" اسے اپنے ذہن کی سکریں پر ننھے ننھے بارش کے قطرے برستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"وہ پلٹ کر آئی تب میں نے جانا کہ وہ ہمیشہ سے یہی چاہتی تھی۔ بس حالات اور وقت نے اس سے یہ فیصلہ کروانے میں دیر کر دی تھی۔" اب کی بار بولتے ہوئے اس کے لب حرکت کر رہے تھے۔

"میں دل سے اس کے اس فیصلے کی قدر کرتا ہوں اور چاہتا ہوں وہ بھی کرے۔"

وہ اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔

اسے ایک دوست چاہیے تھا وہ اسے مل چکا تھا۔

جس کی دوستی کا اسے دس سال سے انتظار تھا وہ اسے تھما دی گئی تھی۔

اب اس کے لیے شکر گزاری کے راستے کھول دیے گئے تھے۔

نعمتوں کا کوئی مول نہیں ہوتا۔ یہ بے حساب ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے وہ دگنی ہو کر ملتی ہیں۔

دوستوں کا آپ کی زندگی میں آنا اتنا اہم نہیں ہے جتنا ان کا آپ کی زندگی میں قیام کرنا اہم ہے۔

دوست تو ہوا کے جھونکے جیسا بھی ہوتا ہے۔ آیا اور چلا گیا۔

کمال تو آپ کا ہونا چاہیے کہ آپ کیسے اس دوستی کو تا عمر ایک قیمتی اثاثہ سمجھ کر سنبھال کر رکھتے ہو۔

.....

وہ مختلف سوچوں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو رہا تھا۔ لیکن دل مطمئن تھا۔ پرسکون تھا۔

چھوٹے بالوں والی لڑکی مسکراتے ہوئے اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی خوش تھی۔

درختوں کے گرے پتوں کی کھر کھراہٹ، ہلکی ہلکی چلتی ٹھنڈی ہوا، گھنے درخت --۔ ہر کوئی اس کی کہانی کو پڑھ کر مسرت سے سرشار تھا۔

اس وقت دونوں باہر لائن میں موجود آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ اداس اور افسردہ۔ شام ہو چکی تھی اور ابھی تک کوئی ان کے پاس نہیں آیا تھا۔ انہیں شاید توقع تھی کہ کوئی انہیں منانے آئے گا لیکن اس بات کو گھنٹوں بیت چکے تھے۔

"تم نے تو کہا تھا بھائی کبھی نہیں بدلیں گے؟" معظم کو بس اسی بات کا گلہ تھا۔

"بھائی جب بھی کچھ کھانے کو لاتے تھے تو سب سے پہلے ہمیں دیتے تھے۔" اسے الگ رونا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بھائی تو شادی سے پہلے ہی بدل گئے ہیں۔" وہ صبح سے ڈسٹرب سا تھا اور ایسی ہی باتیں کر رہا تھا۔ شاید کوئی بات اسے تنگ کر رہی تھی۔

"لیکن ڈانٹ تو امی رہی تھی۔ بھائی کا کیا قصور۔" علیزے نے بھائی کی طرف داری کی۔

"بھائی خاموش رہے تھے۔" اس دفعہ علیزے خاموش رہی۔ "وہ چاہتے تو امی کو منع کر سکتے تھے۔ ہم نے ایسا بھی کیا کر دیا تھا جس پر وہ اتنا مشتعل ہو گئی تھیں۔ کیس ہی کھائے تھے۔ اور بن جاتے اس میں ایسی کیا بات تھی۔" وہ گھاس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

جبکہ وہ کرسی پر پاؤں اوپر کر کے بیٹھی تھی۔

"اچھا چھوڑا۔ ہم ان سے ایکسیوز کر لیں گے۔ ہماری بھی غلطی تھی۔" علیزے نے یہی مناسب سمجھا۔

"بھائی اگر بڑے تایا ابا جیسے بن گئے تو؟" اس کی اس بات پر علیزے کے دل کو دھکا لگا۔

"انہوں نے بھی اگر تایا ابا کی طرح....."

"شٹ اپ۔ تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ کیسی باتیں کر رہے ہو؟؟؟" وہ جھٹکے سے سیدھی ہو بیٹھی۔ معظم اسے دیکھے گیا۔

"تم ایک چھوٹی سی بات کے لیے انھیں اس طرح کیوں بلیم کر رہے ہو؟ کیا کچھ نہیں کرتے وہ ہمارے لیے۔" کہتے

ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس سے بات کرنا فضول تھا اسی لیے وہ جانے کے لیے مڑی لیکن مظہر کو اپنی نظروں کے سامنے پا کر وہ ٹھہر گئی۔

(اللہ۔ بھائی نے اس کی فضول بکواس تو نہیں سن لی)

"بھائی۔" علیزے کے مخاطب کرنے پر معظم نے سر اٹھا کر دیکھا اور سناٹے میں آ گیا۔

وہ اس چیز کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

مظہر ہاتھوں میں ٹرے لیے ان کے قریب پہنچا۔ میز پر کپ کیس کی ٹرے رکھی اور ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

معظم بھی کھڑا ہو چکا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ بھاگ جائے یہاں سے۔

منظر نے دونوں کو دیکھا اور بیٹھنے کا کہا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئے۔

"کھاؤ۔" وہ نرم آواز میں گویا ہوا۔ دونوں نے سر جھکا لیے تھے۔

"تم دونوں کے لے بنائے ہیں۔ کھا سکتے ہو۔" اب کی بار انھوں نے ایک ایک کیک اٹھالیا۔ وہ اپنے بھائی کی بات نہیں ٹالا کرتے تھے۔ یہ اس کے رعب کی وجہ سے نہیں تھا۔ یہ اس عزت کے باعث تھا جو وہ دونوں منظر کی دل سے کرتے تھے۔

"بچپن میں جب بھی میں اپنے لیے کچھ کھانے کو لاتا تھا تو امی کہتی تھیں سب سے پہلے علیزے اور معظم دیا کرو پھر خود کھایا کرو۔ میں امی کی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا اسی لیے ہمیشہ مان لیتا تھا۔" شام کی سرخی بڑھ رہی تھی۔ باہر کی سٹریٹ پولز بھی روشن ہو گئی تھیں۔

"اکثر میں بھول جاتا تھا تو امی ڈانٹی تھیں۔ کبھی کبھی مجھے لگتا تھا امی تم دونوں سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔ میں بڑا ہو گیا ہوں اسی لیے مجھے ڈانٹ بھی لیتی ہیں۔" BEING THE STRING OF YOUR KITE وہ ان دونوں پر نظریں جمائے بول رہا تھا۔ دونوں نے ابھی تک سر نہیں اٹھایا تھا۔

"پھر ایک دن میں نے ان سے گلہ کیا اس بات کا۔ اور میں ناراض ہو کر بیٹھ گیا بالکل تم دونوں کی طرح۔" معظم گلٹی تھا۔ بے حد گلٹی۔ وہ نہیں جانتا تھا اس نے یہ بات کیوں کہی تھی۔ وہ معذرت کرنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہیں تھی۔

"تب امی میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا "بڑے بھائیوں کو یہ عادت ہونی چاہیے کہ جب بھی اپنے لیے کچھ لائیں تو چھوٹوں کے لیے بھی لائیں تاکہ جب ان کی اپنی بیوی بھی آئے تو تو چھوٹے بہن بھائیوں کو نہ بھولے۔ تاکہ کبھی زندگی میں چھوٹے بہن بھائیوں کو یہ نہ لگے کہ بھائی بدل گئے ہیں یا ان سے پیار نہیں کرتے کیونکہ بڑے بھائی کبھی نہیں بدلا کرتے۔" وہ بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"تب میں چھوٹا تھا یہ بات صحیح سے سمجھ نہ سکا تھا لیکن وقت نے سب سیکھا دیا تھا۔ میں نے تم دونوں کو اپنی ذمہ داری سمجھ لیا تھا۔ بابا اس گھر کے سربراہ ہیں۔ پہلا فرض انکا ہے لیکن وہ ذمہ داری بھی میں نے لی کیونکہ میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ انھیں میری وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے۔"

علیزے کی آنکھوں سے آنسوؤں کی رہلی نکل رہی تھی۔ خشک معظم کی آنکھیں بھی نہیں تھیں۔

"میرے لیے میری پہلی ترجیح میرے ماں باپ اور بہن بھائی ہیں پھر میں خود۔ کوثر کے آنے سے کچھ بھی نہیں بدلے گا سوائے ایک چیز کے۔ میری زندگی میں ایک رشتے کا اضافہ ہو جائے گا۔ ایک ذمہ داری بڑھ جائے گی۔ میں نے آج تک ہر رشتے میں اعتدال برتا ہے اور آئندہ بھی برتوں گا۔ اس کے باوجود اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو بڑا بھائی سمجھ کر معاف کر دینا۔"

دونوں نے محسوس کیا کہ بھائی کی آواز بھی گیلی ہو رہی ہے۔ علیزے نے ہمت کر کے سراٹھا کر دیکھا۔ مظہر بائیں ہاتھ کی انگلیاں بھیچے بیٹھا تھا۔ جیسے وہ ضبط کے مراحل سے گزر رہا ہو۔

"آپ ایسا مت کہیں۔ ہم نے آپ سے کوئی شکوہ نہیں کیا۔" علیزے روندے گلے کے ساتھ بولی۔
"کر لیتے تو اچھا ہوتا۔" اس نے عجیب انداز میں ہنس کر کہا۔

کافی دیر ان کے درمیان خاموشی رہی۔ علیزے منتظر تھی کہ اب معظم کچھ بولے گا لیکن اس نے تو جیسے نہ بولنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"بابا اور تایا ابا کے درمیان کیا اختلافات ہیں یہ انھوں نے کبھی ہم سے ڈسکس نہیں کیے کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ اس کے ماضی کا اثر ہمارے آج پر پڑے۔ اگر میں سختی کرتا ہوں تو وہ تم دونوں کی بھلائی کے لیے ہے۔ آخر بڑا بھائی اور کس لیے ہوتا ہے؟ تاکہ وہ چھوٹوں کو اس طرح سے ٹریٹ کرے جیسا وہ ڈیزرو کرتے ہیں اور مجھے نہیں لگتا میں نے کبھی تم لوگوں کو ill treat کیا ہے جس کی وجہ سے تمہیں ایسا محسوس ہوا۔"

وہ انھیں نرمی سی سمجھا رہا تھا کیونکہ وہ اس کی سختی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ بچے تھے۔ اگر ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو وہ باغی ہو جاتے۔

اگر مسئلوں کا حل احسن طریقے سے نہ نکالا جائے تو مسئلے بگڑتے ہیں، سلجھتے نہیں۔

"تم دونوں اسے ختم کر لیتا۔ اور چاہیے ہوں تو فریج میں رکھے ہیں۔"

وہ بات کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور جانے کے لیے قدم موڑے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرے سامنے تو یہ بات کر دی پلیز بابا کے سامنے مت کرنا۔ ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

وہ اپنا ٹوٹا دل لیے وہاں سے پلٹ رہا تھا اور فکر باپ کے دل کی تھی۔

ایک آنسو ٹوٹ کر معظم کی آنکھ سے گرا۔ اب ضبط جواب دے گیا تھا۔

"بھائی۔" اس نے گیلی آواز کے ساتھ پکارا۔ مظہر کے قدم وہیں تھم گئے۔

"بابا کے بعد آپ ہمارے لیے باپ کی جگہ ہیں۔ آپ کہتے ہیں بابا کے سامنے بات نہ کروں۔۔۔ وہ ہرٹ ہوں گے اور جو میں نے آپ کو ہرٹ کیا اس کا کیا؟ مجھے نہیں پتہ میں نے وہ الفاظ کیوں کہے لیکن اب سوچتا ہوں تو دل کرتا ہے اپنی زبان پر جلتے کوئلے رکھ لوں۔ آخر میں نے ایسا بولا بھی کیسے۔"

علیزے نے ہمدردی سے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا۔ اسے تکلیف ہو رہی تھی۔ آج سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ دونوں بھائیوں میں اختلاف آجائے۔

"آپ نے کبھی اپنے کسی فرض میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ نے کبھی ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کی۔ آپ نے اپنے ہر رشتے میں اعتدال سے کام لیا ہے۔ آپ اس طرح خود کو الزام مت کریں۔"

مظہر ساکت کھڑا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"کیا آپ کے پاس ایک دفعہ گنجائش نہیں ہے مجھے معاف کرنے کی؟" وہ دکھ دل کے ساتھ بولا۔

کافی دیر مظہر خاموش کھڑا رہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے انگلیوں کی پوروں سے آنسو صاف کیے پھر دھیرے سے پلٹا۔

پلٹ کر انھیں دیکھا جو اس کے چھوٹے بہن بھائی تھے۔

معظم رو رہا تھا۔ وہ بھائی کے گلے لگنے کو بے تاب تھا۔

علیزے دور کھڑی تھی۔ وہ بھی رہ رہی تھی۔ بھائیوں کی صلح ہو جانے کو بے تاب تھی۔

کچھ بھی کہے بغیر اس نے اپنا دائیاں ہاتھ پھیلا یا۔ معظم بھاگتا ہوا ان کے گلے لگ گیا۔ وہ روتے روتے معافی مانگ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری بھائی۔ میں دوبار کبھی آپ کو ہرٹ نہیں کروں گا۔" مظہر اس کی پیٹھ تھپتھپا رہا تھا۔

علیزے انھیں دیکھ کر بے آواز رہی تھی۔ آج سے پہلے کبھی دونوں بھائیوں میں ایسی کلفت نہیں آئی تھی۔ اس کے لیے یہ بات نئی تھی اسی لیے وہ تھوڑا ڈری ہوئی تھی۔ مظہر نے اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے دوسرا ہاتھ بھی پھیلا لیا۔ وہ روتی ہوئی اس کے ساتھ لگ گئی۔

"آپ دونوں نے مجھے ڈرا دیا تھا۔"

"دوسروں کو ڈرانے والی آج خود ڈر گئی۔ ایسا بھی ہوتا ہے مجھے کیا۔" مظہر نے کہا۔
دونوں روتے ہوئے ہنس دیے۔

"اچھا اچھا بس۔ میری شرٹ خراب کر دو گے تم دونوں۔" دونوں اس سے الگ ہو گئے۔
"شرٹ زیادہ عزیز ہے آپ کو؟"

"Why not"

پھر تینوں ہنس دیے۔

بالآخر ساری کلفت دور ہو چکی تھی۔

اور ثریا بیگم دروازے کی اوٹ میں چھپی نم آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھیں۔
انھیں اپنے تینوں بچے ہی بہت عزیز تھے۔

بربادی کی شروعات

یہ منظر ایک کالج کا تھا۔ بڑا اور پر تعیش گریز کالج جس کی بلڈنگ میں ہلکے اور گہرے بھورے رنگ کی آمیزش تھی۔

جماعتوں کی کھڑکیوں سے جھانکو تو سب پڑھائی میں محو تھے۔ ایم-4 کے کمرے کا دروازہ کھول کر دبے قدموں اندر آؤ تو وہاں باقی کمروں کی نسبت وہاں شور تھا۔ سب لڑکیاں خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔

کمرے کے دائیں طرف بڑی سی کھڑکی تھی۔ اسی کے ساتھ لگی آرام دہ کرسیوں میں سے ایک پر وہ بیٹھی تھی۔ باہر تاحدِ نگاہِ افق نظر آ رہا تھا۔ سفید بالوں پر کال گھٹائیں چھائی تھیں۔ سورج انھی بالوں کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھی ایک کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔ دور سے ایک لڑکی جانے کب سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
 زمارہ اس بات سے بے نیاز بیٹھی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے میڈم؟" اس کے سامنے کسی نے چٹکی بجائی تو اس نے چہرہ اٹھایا۔ شام اس کے سامنے کھڑی تھی۔
 "ٹیسٹ تیار کر رہی تھی۔" اس نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔
 "لیکن ابھی تو کوئی ٹیسٹ نہیں ہے۔" وہ کہتی ہوئی اس کے سامنے پڑی کرسی کے ہتھکڑی پر بیٹھ گئی۔
 "میں ٹیسٹ سیشن کی تیاری کر رہی ہوں۔" وہ ذرا کی ذرا نظر جھکا کر کتاب کو پڑھ لیتی۔ اور اتنی سی دیر میں ایک آدھ پیرا گراف تو پڑھ ہی لیتی تھی۔
 "ابھی تو دو ماہ پڑے ہیں۔ اتنی بھی جلدی کیا ہے۔" شام نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شائم ستمبر ایسے گزر گیا (چٹکی بجا کر دکھائی)، اکتوبر، نومبر بھی ایسے ہی گزر جائیں گے۔ اور دسمبر آجائے گا۔ پتہ نہیں وقت کو کون سے پیسے لگ گئے ہیں۔"

کالے بادے آہستہ آہستہ پیچھے کو ہٹ رہے تھے۔

"ارے فکر مت کرو۔ مجھے پتہ ہے تم کر لو گی۔" زمارہ کو پریشان دیکھ کر اس نے کہا۔

دور بیٹھی وہ لڑکی ابھی بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنا پین نیچے گرایا۔

"اوہ مائی گاڈ۔ کہیں ٹوٹ تو نہیں گیا۔" وہ اتنا اونچا بولی تھی کہ آس پاس بیٹھی چند لڑکیوں نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔

زمارہ اور شائم نے بھی اسے دیکھا تھا۔ وہ ان دونوں کی توجہ پا چکی تھی۔

اس نے جھک کر قلم اٹھایا اور افسوس سے اسے دیکھا۔

"ٹوٹ گیا۔ بالکل میرے دل کی طرح نازک ہے۔" زمارہ کو اسے دیکھ کر برا لگا۔ نا جانے کتنا قیمتی اس کا قلم تھا جو ٹوٹ گیا۔ شاید کسی عزیز نے دیا ہو۔ وہ اس کو سوچ کر فکر مند ہو رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کسی کے پاس extra pen ہو گا؟" وہ اب سب سے پوچھ رہی تھی۔ وہ کلاس کی ان highlighted لڑکیوں میں سے تھی جو ہر وقت سب کی توجہ کا مرکز بنی رہتی تھیں۔ جن کی قربت حاصل کرنے کے لیے ہر لڑکی موقع ڈھونڈتی تھی۔

"کتنی بڑی اوور ایکٹر ہے۔ بس توجہ کا مرکز بننے کا شوق ہے اسے۔" شائم کی آواز نے اس کا ارتکاز توڑا۔

"اس کا پین ٹوٹ گیا ہے یار۔ اس میں کون سی اوور ایکٹنگ ہے۔"

"تمہیں نہیں پتہ اس کا۔ خیر چھوڑو ہم کچھ اور بات ڈسکس....."

"تمہارے پاس ایکسٹراپین ہو گا۔" شائم کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ وہ لڑکی ان کے قریب آکر زمارہ سے پوچھ رہی تھی۔ اس کی آواز سن کر زمارہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور میکا کی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آ...ج..ج...جی میرے پاس ہے۔" ساتھ ہی وہ بیگ سے پین ڈھونڈنے لگی۔ اس کے ہاتھ ہلکے ہلکے کانپ بھی رہے تھے۔

"یہ لیں۔" اس نے ایک پین نکال کر اسے دے دیا۔

"Awwwww , so sweet of you" اس نے زمارہ کا گال نرمی سے کھینچتے ہوئے کہا۔

زمارہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ دراز قد لڑکی تھی۔ اس کے سیاہ بال کندھوں سے چند بالشت نیچے کو آتے تھے۔ آنکھیں بھوری رنگ کی تھیں۔

"کوئی بات نہیں۔" BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہیں یہ چاہیے تو نہیں؟ یعنی ابھی تو نہیں چاہیے نا؟ میں استعمال کر لوں؟" وہ شائم کی موجودگی کو بالکل نظر انداز کیے ہوئے تھی۔

"نہیں نہیں۔ آپ آرام سے استعمال کریں۔ جب کام ہو جائے تو دے دیجیے گا۔" وہ خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔
 "Once again thank you" وہ کہتی ہوئی اس سے بغل گیر ہوئی اور چلی گئی۔
 زمارہ ششدر رہ گئی۔

بدقسمت سے زمارہ کا شمار بھی ان لڑکیوں میں سے تھا جو اس کی رغبت پانے کی خواہش مند تھیں۔ بس فرق اتنا تھا کہ وہ ظاہر نہیں کرتی تھیں، نہ پہل کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

شائم تنقیدی نگاہوں سے اسے جاتا دیکھ رہی تھی جو اب واپس اپنی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی اور اسی پین سے کاپی پر کچھ لکھ رہی تھی۔ پھر وہ زمارہ کی طرف مڑی۔

"تم نے وہ پین اسے کیوں دیا؟؟؟" وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"اسے چاہیے تھا یا۔ دے دے کی واپس۔" زمارہ کے لیے تو جیسے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔

"وہ تمہارے بھائی نے تمہیں گفٹ کیا تھا۔ تم ایسے کیسے دے سکتی ہو؟"

"بھائی نے مجھے استعمال کرنے کے لیے دیا تھا۔ میرے تو یوز میں نہیں آ رہا تھا اسی لیے میں نے دے دیا۔ تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو وہ واپس کر دے گی۔" زمارہ نے دیکھا وہ لڑکی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر پین اوپر کر کے زیر لب "تھینک یو" بولا۔ زمارہ مسکرا دی۔

"تم اس دے دور رہو پلیز۔ وہ جیسی دکھتی ہے ویسی ہے نہیں۔" شائم نے ان دونوں کو نظروں کا تبادلہ کرتے دیکھا تو اسے وارن کیا۔

"اچھا چھوڑو۔ کوئی اور بات کرو۔" وہ شائم کو اس موضوع سے ہٹانا چاہتی تھی۔
پھر کامیاب بھی ہو گئی۔

شائم اس سے ٹپ کی باتیں کرتی رہی جو چند دنوں میں جانے والا تھا۔ بظاہر تو وہ سن رہی تھی لیکن دھیان بھٹک بھٹک کر اس لڑکی کی طرف چلا جاتا تھا جو ابھی تک اسی کے پین سے لکھ رہی تھی۔ اندر ہی اندر وہ بہت خوش تھی کہ اس نے سب لڑکیوں کو چھوڑ کر اسے مخاطب کیا، اس سے پین لیا، اس سے بات کی۔ وہ لڑکی جو کسی سے دوستی تو دور بات تک نہیں کرتی وہ زمارہ سے بات کر رہی تھی۔ اس نے پہلی بار زمارہ سے کچھ کہا تھا اسی لیے وہ اپنا امپریشن اچھا رکھنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے سب سے قیمتی پین بنا سوچے سمجھے اسے دے دیا تھا۔

انسان اپنی بربادی کی شروعات قیمتی چیزوں کی قربانی سے ہی کرتا ہے۔

Safar-e-Adab

شیرنی اور ولائتی طوطے کی ملاقات

BEING THE STRING OF YOUR KITE

یونی میں معمول کی چہل پہل تھی۔ کلاسز کا وقت تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ سب کلاسز سے نکل کر کیفے ٹیریا کا رخ کر رہے تھے۔ کچھ گارڈن کی طرف جا رہے تھے۔ ایسے میں علیزے بھی بیگ اور کتابیں تھامے تیز تیز قدم بڑھا رہی تھی۔ وہ اپنے دھیان میں جا رہی تھی جب اس کی ٹکڑ سا منے سے آتے ہوئی جہاز سے ہوئی۔ اس کا بیگ اور کتابیں گر گئیں۔ علیزے نے کوفت سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اور اس وقت اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ زمین بوس ہو جائے لیکن اس انسان کا سامنا نہ کرے۔

"نظر کمزور ہے تو چشمے لگاؤ۔ دوسروں کا نقصان کیوں کر رہے ہو۔" وہ بے زاری سے کہتے ہوئے جھکی اور اپنا سامان سمیٹنے لگی۔

"اوہ مس یونیورسٹی۔ تمہیں ٹکرائے کی عادت ہے یا جان بوجھ کر ٹکراتی ہو؟"

"اپنے یہ فضول کے القابات اپنے پاس رکھو۔" وہ کتابیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ ہاتھوں میں چابی گھماتا ہوا اسے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

"کیا صحیح نہیں کہہ رہا میں؟ پوری یونیورسٹی میں مشہور ہو۔ ہر کوئی تمہارے گن گاتا ہے۔"

"عزت دو گے تو عزت ملے گی۔ جو میں نے دیا وہی مجھے ملا۔ لیکن تمہیں کیسے پتا ہو گا۔"

"تمہارا کہنے کا مطلب ہے کوئی میری عزت نہیں کرتا۔" وہ تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بول رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"غلط۔ میرا کہنے کا مطلب ہے کہ تم کسی کی عزت نہیں کرتے۔ پہلے اپنے گریبان میں جھانکو پھر دوسروں کو بات کرو۔"

"

"تمہیں نظر کے چشموں کی شدید ضرورت ہے۔ شاید تمہیں نظر نہیں آتا سب میری عزت کرتے ہیں۔"

علیزے تنزیہ ہنسی۔ "وہ تمہارے ڈر کی وجہ سے تم سے عزت سے بات کرتے ہیں۔ اسے اور کچھ مت سمجھو۔" وہ ابھی بھی ڈھٹائی سے مسکرا رہا تھا۔

علیزے کو کوفت محسوس ہو رہی تھی۔۔
اس نے وہاں سے نکلنے کی کی لیکن وہ اس کے سامنے آگیا۔

"راستہ چھوڑو۔" علیزے نے حتی الامکان لہجے کو ہموار رکھتے ہوئے کہا۔
"ایک میچ کھیلو گی۔"

علیزے نے گہری سانس لی۔ یہ شخص ایسے نہیں مانے گا۔
"مسٹر حمزہ اگر میں آپ سے تمیز سے بات کر رہی ہوں تو اس بات کا لحاظ کریں۔ مجھے کچھ سخت بولنے پر مجبور مت کریں۔"

حمزہ نے جاندار قہقہہ لگایا۔ آس پاس لوگوں نے مڑ کر انھیں دیکھا۔ انھی میں سے ایک احمر بھی تھا جو علیزے کو اس کے ساتھ دیکھ کر رک گیا تھا۔ وہ ان سے کچھ فاصلے پر تھا۔ علیزے اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا یہ ولایتی طوطا کچھ فضول بول رہا ہو گیا۔ اس نے اپنے قدم ان کی طرف بڑھائے لیکن حمزہ کی آواز پر رک گیا۔

"میں نے تو سنا تھا تمہیں چیلنجز لینے کا بہت شوق ہے۔ کیا وہ صرف ڈھونس جمانے کے لیے تھا؟" (وہ علیزے کو چیلنج دے رہا تھا۔ یعنی اب تو اس طوطے کی خیر نہیں۔)

"میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔"
(ہیں۔۔ کچھ نہیں بولی؟ صرف میرے آگے اس کی زبان چلتی ہے)

حمزہ کچھ بولتے بولتے رک گیا کیونکہ اس نے علیزے کے پیچھے کھڑے احمر کو دیکھ لیا تھا۔

"مت دو لیکن میچ تو میں تمہارے ساتھ ہی کھیلوں گا۔"
وہ احمر کی طرف دیکھتے ہوئے علیزے کو جواب دے رہا تھا۔ علیزے اس بات سے انجان تھی۔
احمر بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ (اب تو کچھ بول دو)

"شاید تم بھول رہے ہو تم دو دفعہ ہار چکے ہو۔" علیزے نے دو انگلیاں بلند کر کے دکھائیں۔

"دوسرا والا تو بس ایک ٹرائل تھا۔ پہلا میچ ہمارا ادھورا رہ گیا تھا اور ادھوری چیزیں مکمل خوشی نہیں دیتیں۔"

.Lets just finish it

"مجھے نہیں لگتا کہ تمہارا standard اتنا لو ہے کہ تم میرے ساتھ میچ کھیل کر اپنا وقت ضائع کرو۔"

"اوہ کم اوون تم کہنا چاہتی کہ تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ تم میرے سٹینڈرڈ کی نہیں ہو۔
دیکھو اگر ایسا کچھ سوچ رہی ہو تو....."

علیزے نے بے باک نظروں سے اسے گھورا۔ اور اس کی بات کاٹی۔
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"غلط۔ تم میرے معیار پر پورا نہیں اترتے اور میں مقابلہ اپنی ٹکر کے لوگوں سے لیتی ہوں۔ تم لولیول کے لوگوں سے
نہیں جو جیتنے کے لئے اور جھوٹی غیرت کے لیے لوگوں کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔"
دل کی بات زبان پر آہی گئی تھی۔

آخری دفعہ اس کی وجہ سے احمر کو جو چوٹ پہنچی تھی وہ ابھی تک بھولی نہیں تھی۔ اس دن تو جذباتی ہو کر اس نے چیلنج
لے لیا تھا لیکن آج وہ اپنے حواسوں میں تھی۔

احمر نے علیزے کی بات سنی تو چند لمحوں کے لیے ٹھہر سا گیا تھا۔
(اسے یاد تھا؟)

"تم ڈر گئی۔" حمزہ اب علیزے کی طرف متوجہ تھا۔ وہ استجائیہ انداز میں ہنسا۔ "کم اون میں تمہیں اتنا بزدل تو نہیں سمجھتا تھا۔" وہ ایک نظر علیزے کو دیکھتا اور دوسری نظر احمر کو۔ علیزے نے اس کی نظروں کے زاویے بدلتے دیکھے تو مڑ کر دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ احمر نے ہولے سے پلکیں چھپکائیں۔ علیزے خوش دلی سے مسکرا دی۔ وہ جانتی تھی اب اسے کیا کرنا ہے۔
وہ پلٹی اور اسے جواب دیا۔

!Mister whatever

پوری یونیورسٹی میں، میں تمہیں سب سے زیادہ سمجھدار سمجھتی تھی لیکن تم نے اس دن وہ حرکت کر کے ثابت کر دیا کہ تم سے بڑا بیوقوف کوئی نہیں ہے۔"
اب احمر سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ شیرنی اپنی غار سے باہر آچکی تھی۔ اب اس طوطے کی خیر نہیں۔
حمزہ کو بظاہر اس کا بدلا ہوا لب و لہجہ عجیب لگا لیکن اس نے ظاہر نہ ہونے دیا۔

"شرمندہ کرنے کی کوشش کی کر رہی ہو تو...."

"بالکل فضول ہے۔ جانتی ہوں۔" علیزے بھی سینے پر ہاتھ باندھے باہمت کھڑی تھی۔

"تم جیسوں کو شرمندگی اور ندامت چھو کر بھی نہیں گزرتی۔" اب کی بار اس کی بولتی بند ہو گئی۔ مسکراہٹ بھی اب سرے سے غائب تھی۔

"میری ایک بات یاد رکھ لو۔ آج کے بعد میرے راستے میں آنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ میں دوست بناؤں تو دوستی بناؤں یا نہیں لیکن دشمن بناؤں تو دشمنی پوری ایمانداری سے نبھاتی ہوں۔"

حمزہ نے اسے دیکھا۔ اس کے پیچھے کھڑے شخص کو دیکھا۔ وہ بالکل اسی کی سیدھ میں کھڑا تھا۔ یوں لگتا تھا علیزے کے وجود میں چھپا احمر بول رہا ہو۔

"اور میری دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" وہ پورے وثوق سے کہہ رہی تھی۔ اس کی ہمت کو داد دینے چاہیے تھی۔

آس پاس کھڑے لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ علیزے ان کی نظروں کا ارتکاز نوٹ کر رہی تھی۔

"مجھے بیچ راستے میں کھڑے ہو کر تم سے جھگڑنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ یہ تماشا تم نے خود شروع کیا۔ اب ختم میں کر رہی یوں۔"

وہ ہونکوں سے اسے دیکھے گیا۔ ہجوم بڑھتا گیا۔ آپس میں شہ گونیاں ہونے لگیں۔ آج سے پہلے اس انسان سے پنگالینے کی کسی نے جرت نہیں کی تھی۔

"تم پچھتاؤ گی۔"

"دھمکی ان کو دینا جو تم سے ڈرتے ہیں حمزہ۔ میں تمہارے وارے کی لڑکی نہیں ہوں۔" اس کے جملے پر احمر کی ہنسی چھوٹ گئی۔ حمزہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ احمر نے فوراً چہرے پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہنسی روکی اور یہاں وہاں دیکھنے لگا جیسے میں تو کچھ جانتا ہی نہیں۔

جبکہ علیزے سنجیدگی سے داؤ پیچ کھیل رہی تھی۔

.You should better go now

وہ اپنی طرف سے آخری جملہ بول چکی تھی۔ یعنی تماشا ختم۔

وہیں کھڑے کھڑے احمر نے اس ملاقات کو ایک نام دیا۔

"شیرنی اور ولایتی طوطے کی ملاقات۔"

حمزہ نے سرخ چہرے کے ساتھ قدم پیچھے موڑے۔ اس کا پاؤں پتھر سے ٹکرا جا اور لڑکھڑا گیا۔ لیکن گرنے سے پہلے ہی سنبھل گیا۔

علیزے آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھے گئی پھر جانے کے لیے قدم بڑھئے۔ وہ ایک دفعہ پھر اس کے راستے میں آگیا۔ اب کی بار وہ کچھ نہ بولی۔ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر کچھ بھی کہے بغیر بیگ میں ہاتھ ڈال کر چند نوٹس باہر نکالے اور اس کے سر کے اوپر سے وار دیے۔

ایک دفعہ۔ دو دفعہ۔ تین دفعہ

وہ حیران تھا اس کے اس عمل پر۔ اب کی بار احمر بھی نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"صدقہ اتار رہی ہوں تمہارا۔ کالی بلی کا راستہ کاٹ لیا تم نے... دو دفعہ۔ ناچاہتے ہوئے بھی اُمید کرتی ہوں تمہارا آج کا بقیہ دن اچھا گزرے۔"

پھر نوٹس اس پر اُچھال دیے۔ وہ بت بنا وہی کھڑا رہ گیا۔

لوگ آس پاس مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ شور مچا رہے تھے۔ لڑکی کی ہمت کو سراہ رہے تھے۔

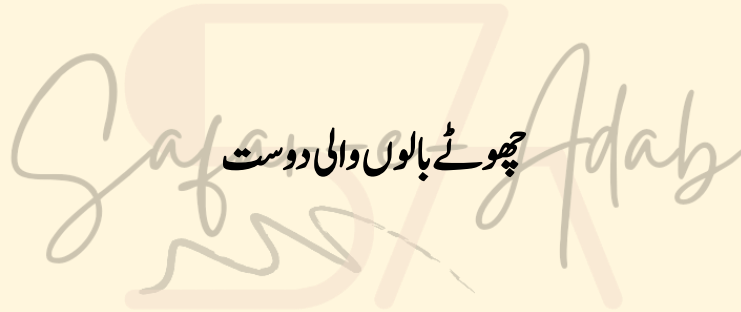
علیزے چند لمحے اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتی رہی پھر پلٹ گئی۔ سامنے احمر کھڑا تھا۔ وہ چہرے پر پرسکون مسکراہٹ سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

علیزے نے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ پورے اعتماد کے ساتھ۔

احمر کے قریب رک کر اس نے آبرو اچکائے۔ یعنی کیسی لگی میری پر فارمنس۔

"میری شاگردی کا کوئی تو مثبت فائدہ ہوا تمہیں۔" علیزے نے اختیار ہنس پڑی۔ اور ہنستے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

احمر اسے جاتا دیکھتا رہا۔ چہرے پر وہی مخصوص مسکراہٹ تھی جو علیزے کی موجودگی میں اس کی طبیعت کا خاصا بن جایا کرتی تھی۔



ابھی حمزہ والے واقعے کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ خبر آگ کی طرح پوری یونی میں پھیل گئی تھی۔ علیزے اس سب سے بچتے بچاتے فلک اور عربیہ کے ساتھ گارڈن ایریا میں گھوم رہی تھی۔ اس واقعے کا علم انھیں بھی تھا۔ اسی کی ڈسکشن ہو رہی تھی۔

"ویسے علیزے ماننا پڑے گا چنگی دھلائی کی ہے تم نے اس کی۔" فلک نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں جب وہ بدلہ پورا کرنے آئے گا تب پتہ چلے گا۔" عربیہ اس کی باتوں سے خاص محظوظ نہیں ہوئی تھی۔

"مجھے پہلے فرق نہیں پڑا تھا تو اب کیوں پڑے گا۔" علیزے کی طرف سے مکمل اطمینان تھا۔ اسے تو جیسے کسی بات کا ڈر ہی نہیں تھا۔

"پہلے نہیں پڑا تھا لیکن اب پڑنا چاہیے۔" بولنے والا کوئی اور تھا۔ تینوں ایک ساتھ مڑی تھیں۔ احمرار صم کے ساتھ چلا آ رہا تھا۔

(ار صم وہی لڑکا تھا جس نے ار حم کے ساتھ مل کر علیزے کو فلک سمجھ کر بیسمنٹ میں بند کر دیا تھا۔)

علیزے نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کوئی اور ہوتا تو میں اسے اسی وقت اس کے منہ لگنے سے منہ کر دیتا۔ لیکن تم میرے منع کرنے کے باوجود منع نہ ہوتی اسی لیے میں نے کچھ نہیں کہا۔ تب مجھے بھی یہی مناسب لگا۔ بعد میں جب میں نے consequences کا اندازہ لگایا تو معاملے کی سنگینی کا پتہ چلا۔ تم نے جس سے بگاڑی ہے وہ کوئی عام لڑکا نہیں ہے۔ اب اگلے پانچ سال (پانچ انگلیاں دکھائیں) وہ تمہارا جینا دو بھر کر دے گا۔ بشرطیہ کہ....."

بولتے بولتے وہ چپ ہو گیا اور چہرہ ار صم کی طرف گھمایا۔

"کہ؟"

"کہ اسے محبت ہو جائے" واپس چہرہ موڑ کر بات مکمل کی۔

"محبت۔" فلک علیزے، اور عریبہ بیک وقت بولیں۔

وہ تینوں حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

احمر نے پاکٹ سے لالی پوپس نکالیں۔ ایک ارصم کی طرف بڑھائی۔ اس نے براسا منہ بناتے ہوئے انکار کر دیا۔
 علیزے نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ لالپ پوپ کو کون ناں کہتا ہے)
 پھر ان تینوں کی طرف تین بڑھائیں۔ عربیہ نے آرام سے جبکہ فلک نے تھوڑا نخرہ دکھاتے ہوئے "نو
 تھینکس" کہہ کر اس کے حسن اخلاق کو چوٹ پہنچائی۔
 اس بات کا ازالہ کرتے ہوئے علیزے نے تینوں لالپ پوپس پکڑ لیں۔ دوبیگ میں ڈال لیں اور ایک کھولنے لگی۔
 فلک اور عربیہ نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ علیزے نظریں چراگئی۔

.It reliefs stress

"تم دونوں کو چاہیے؟" ساتھ ہی بیگ میں ہاتھ ڈالا۔ وددونوں ایسے ہی اسے گھورتی رہیں تو علیزے نے کندھے اچکا
 دیے۔ "نہ لومیرا کیا جاتا ہے۔"

ریپر کھول کر اپنی کھانے لگی۔ احمر اسے دیکھ کر زیر لب مسکرایا۔

"ایک تم بھی لے لو۔ شاید اسے کھا کر تمہاری تیکھی زبان ذرا میٹھی ہو جائے۔" ارصم نے فلک پر چوٹ کی۔
 حسب توقع وہ چڑھ گئی۔

"تمہاری زبان سے کون سا شہد ٹپکتا ہے۔"

"کم از کم زہر نہیں نکلتا۔" فلک نے ہونہ کہہ کر سر جھٹکا۔

"تم کچھ بول رہے تھے؟" عربیہ نے احمر کو مخاطب کر کے بات گھمانا چاہی۔

"ہاں۔ دعا کرو اسے محبت ہو جائے پھر وہ علیزے کا پیچھا چھوڑ دے گا۔ اور باقی سب کا بھی۔"

"کیوں بچارے کی زندگی برباد کرنا چاہتے ہو۔" فلک نے بگڑ کر کہا۔

علیزے خاموشی سے لالی پاپ کھاتے ہوئے ساری کاروائی دیکھ رہی تھی۔ احمر کو وہ اس وقت ایک چھوٹی معصوم سی بچی لگی جسے گولی ٹوٹی دے کر بہلا یا پسلا یا جاسکتا تھا۔

"یہ اس کا اپنا کہنا ہے کہ جس دن اسے اس کی محبت مل گئی اس دن وہ سب کی جاں بخشی کر دے گا لیکن اس سے پہلے وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ اسی لیے کہہ رہا ہوں اس سے الجھنے سے احتراز برتو۔"

"ان وقت کی فرعونوں سے علیزے نہیں ڈرتی۔ جس دن مرد بن کر مقابلہ کرے گا تو دیکھ لوں گی اسے بھی۔" وہ مزے سے لالپ پوپ کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
فلک اور عربیہ افسوس سے اسے لالپ پوپ کھاتا دیکھ رہی تھیں۔
اس کی بات پر احمر مسکرا دیا۔

(ڈائٹ کا نشیمن لڑکی۔ اتنی calories کھا کر ڈائٹ maintain کرے گی اپنی)

"خیر تم دونوں نے بہت ٹائم ویسٹ کر دیا ہمارا چلو یہاں سے۔"
فلک بار بار ارصم کا اپنی طرف دیکھنا نوٹس کر رہی تھی۔ اسی جلد سے جلد وہاں سے جانا تھا۔
وہ کہتے ساتھ مڑی تو وہ دونوں بھی اس کے ساتھ موڑ گئیں۔

"سنو اپنی اس چھوٹے بالوں والی دوست کو ذرا گڑ کھلایا کرو، زبان بہت کڑوی ہو گئی ہے اس کی۔" فلک نے آس پاس نظر دوڑائی۔ اسے ایک پتھر نظر آیا وہ اٹھایا اور اس کی طرف دے مارا۔ دونوں ہنستے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔

"اب کہا بھاگ رہے ہو۔ ڈرپوک کہیں کے۔"
عربیہ اور فلک یہ تماشہ دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔

"تم دونوں کیوں ہنس رہی ہو؟ چپ چاپ چلو۔" دونوں نے ہنسی چھپاتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کی جمعیت میں چلنے لگیں۔

روح کے زخم

ناجانے رات کا کونسا پہر تھا جب علیزے کی آنکھ کھلی تھی۔ اسے پانی چاہیے تھا۔ کمرے میں جو بوتل رکھی تھی وہ خالی تھی۔ سو اسے اٹھنا پڑا۔ پانی پی کر جب واپس اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی تو نظر معظم کے کمرے کی طرف پڑی۔ کمرے کی روشنی جل رہی تھی۔ اسے اچھے سے پتا تھا معظم اندھیرے میں سوتا ہے۔ لیکن اس وقت کمرے میں روشنی کا ہونا..... شاید پڑھ رہا ہو..... پھر اسے معظم کے کھانسنے کی آواز آئی۔ تو وہ بلا تعامل اس کے کمرے میں چلی گئی۔ وہ بیڈ پر جھک کر بیٹھا کھانس رہا تھا۔ اسے شاید پانی چاہیے تھا۔ علیزے نے آگے بڑھ کر جب اسے پانی کا گلاس تھمایا تو اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اور جسم بخار میں تپ رہا تھا۔ علیزے نے اسے سہارا دے کر بیٹھایا اور پانی پلایا۔ وہ نکاہت کے باعث صحیح سے بیٹھ بھی نہ سکا۔ وہ یک دم ہی پریشان ہو گئی۔

یوں اچانک بیمار ہونے کے پیچھے ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی۔ ڈپریشن۔ پرسوں بھائی سے جو بات ہوئی تھی اس کے بعد سے معظم کچھ ڈسٹرب تھا۔ یہ بھی اسی کا نتیجہ تھا۔ خیر یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔ اس کا بھائی بیمار تھا اور علیزے کو ہی کچھ کرنا تھا۔ اتنی سی بات کے لیے وہ امی کو نہیں جگا سکتی تھی۔

وہ فوراً الماری تک گئی۔ ایک کمبل نکالا اور اس کے اوپر ڈالا۔ پھر سائڈ دراز سے thermometer نکالا اور اس کے منہ میں ڈالا۔ اسے 102 بخار تھا۔ علیزے کچھ زیادہ پریشان ہو گئی۔

"معظم.. معظم اٹھو۔" اس نے معظم کو ہلایا۔ اس نے ہلکی ہلکی آنکھیں کھولیں اور غنودگی میں "ہوں" بڑبڑایا۔
 "معظم تمہیں بخار ہے۔" وہ ایک بار پھر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھ رہی تھی۔ "تمہاری طبیعت خراب تھی تو بتایا کیوں نہیں۔" وہ زیر لب کچھ پڑھتی جا رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں تم جاؤ۔" اس کی آواز بھاری تھی شاید گلا بھی خراب تھا۔ علیزے کچھ لمحے سوچتی رہی پھر اپنے کمرے میں آئی۔ الماری سے میڈیسن بوکس نکالا اور اس میں رکھے پیپر سے پڑھ کر مطلوبہ دوا نکالی (بھائی نے انہیں لکھ کر دیا تھا کی کس حالات میں کس دوا کو لینا ہے)
 واپس آکر اس نے معظم کو دیکھا۔ وہ ابھی تک کانپ رہا تھا۔

"یہ دوا لے لو۔ پلیز تھوڑی ہمت کرو معظم۔" اسے اٹھنے میں دشواری ہوئی تھی۔
 ہمت کر کے اس نے معظم کو بٹھایا اور اسے دوا دی۔ پھر کچن سے ایک باؤل میں پانی لے آئی۔ اور معظم کی پٹیاں کرنے لگی۔

سارا دن اس سے لڑتی رہتی تھی، تنگ کرتی تھی، وہ اس کی بات نہیں مانتا تھا لیکن وہ اس کا بھائی تھا۔ اسے بیمار حالت میں چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ آخر بہنیں اور کس لیے ہوتی ہیں۔ اس دن کے لیے تو اللہ بہنیں دیتا ہے۔ چھوٹی بہنیں کب بڑی ہو جائیں پتہ ہی نہیں چلتا۔

کتنی دیر وہ اس کی پٹیاں کرتی رہی وقت کا کچھ اندازہ نہیں ہوا۔ اس وقت بھائی کی صحت یابی زیادہ ضروری تھی نہ کے وقت دیکھنا۔

کافی دیر جب پٹیاں کرنے کے بعد بخار چیک کیا تو قدرے کم تھا۔ اب وہ پہلے سے بہتر لگ رہا تھا۔
اس دوران علیزے نے اٹھ کر تہجد پڑھ لی تھی۔ پھر واپس اس کے پاس آکر بیٹھی۔ آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونکی

-

"معظم اب تم ٹھیک ہو؟" اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اور کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"کس بات کی اتنی ٹینشن ہے؟" معظم نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"بھائی ہرٹ ہوئے ہیں میری وجہ سے۔ میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔" تو علیزے کا اندازہ درست تھا۔ وہ اسی وجہ سے پریشان تھا۔ اس نے گہری سانس لی۔

"اس دن جب میں واپس گھر آ رہا تھا تو راستے میں بڑے تایا ملے تھے۔ بابا کے ان سے جتنے بھی اختلاف سہی لیکن انہوں نے ہمیشہ یہی سکھایا ہے کہ ان کا ادب لازم رکھنا ہے میں نے انہیں دیکھ کر راستہ نہیں موڑ لیا بلکہ ان سے سلام کیا۔ گرم جوشی سے میں ان سے ملا۔ ان کا حال احوال پوچھا۔ انہوں نے مجھ سے اچھے سے ہائے ہیلو کی۔ پھر گھر والوں کا پوچھنے لگے۔ بھائی کی جاب کیسی جا رہی ہے۔ علیزے کی یونیورسٹی کیسی چل رہی ہے۔ میں کیا کرتا ہوں۔ گھر میں سب ٹھیک چل رہا ہے۔ انہوں نے سب پوچھا سوائے بابا کی خیریت کے۔" بولتے وقت اس کی آنکھیں نم تھیں۔ علیزے یاسیت سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کب ان باتوں کو متبادل پر لینے لگا تھا۔

"مجھے برا لگا تھا لیکن میں ان کی عمر اور رتبے کا لحاظ لحاظ کر کے خاموش رہا۔ پھر جب میں نے خود سے بابا کا ذکر کیا تو انہوں نے روکھا سوکھا سا جواب دیا جیسے وہ ان کے بارے میں بات کرنے میں انٹر سٹڈ ہی نہیں تھے۔ پھر وہ چلے گئے۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ ایک زکام زدہ سانس اندر کھینچا۔

"بابا ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ وہ کتنی محبت کرتے ہیں ان سے اور وہ بدلے میں انہیں کیا دیتے ہیں؟ بلاوجہ کی نفرت۔ کوئی اپنے ہی بھائی سے اتنی نفرت کیسے کر سکتا ہے؟" علیزے کے دل کو دھکا لگا۔

"وہ نفرت نہیں کرتے بابا سے۔ وہ بس.... اب کا مزاج ایسا ہے۔" وہ علیزے کو نہیں سن رہا تھا۔ وہ اپنی رو میں بولتا رہا۔

"دادا دادی کو بابا سے کتنی محبت تھی۔ اگر وہ یہ دیکھ لیتے تو کتنا ہرٹ ہوتے میں تو پھر ان کی اولاد ہوں۔"

دل کے زخم پھر جاتے ہیں، لیکن ان زخموں کا کیا جو روح پر لگے ہوں۔

"میں نے بہت مشکل سے اپنا دھیان اس واقعے سے ہٹایا تھا لیکن پھر وہ سب ہو گیا۔ مانا کہ بھائی نے نہیں ڈانٹا تھا۔ امی نے ڈانٹا تھا لیکن بھائی خاموش رہے تھے۔ وہ کچھ بھی نہیں بولے تھے۔ مجھے رہ رہ کر وہی بات یاد آرہی تھیں۔ اور اسی بے دھیانی میں میرے منہ سے وہ بات نکل گئی۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں میرے بھائی ایسے نہیں ہیں۔ وہ ایسے کبھی نہیں ہو سکتے۔"

معظم کی آواز بھگنے لگی تھی۔ علیزے دل گرفتگی سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کب اتنا حساس ہو گیا تھا۔

"بابا انہیں یاد کرتے ہیں علیزے۔ کیا انہیں بابا یاد نہیں آتے؟" وہ بیٹا تھا۔ جانتا تھا کب کب اور کس کس موقع پر اس کے بابا اپنے بھائی کو یاد کرتے ہیں۔ باپ سر پر نہ ہو تو بڑا بھائی ہی باپ کی جگہ پر ہوتا ہے۔ اور اگر بڑا بھائی ہی منہ موڑ لے تو انسان کو اپنا آپ یتیموں جیسا لگتا ہے۔ اس کے والد کس قرب سے گزرتے ہوں گے اس بات کا وہ دونوں صرف اندازہ ہی لگا سکتے تھے۔

"انھوں نے بابا کی طرف سے اپنا دل پتھر کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ ہوئی زیادتیوں کا ذمہ دار بابا کو ٹھہراتے ہیں۔"

"لیکن وہ دادا کا فیصلہ تھا۔ بابا اس سے لاعلم تھے۔"

"یہ بات ہم جانتے ہیں۔ وہ موٹی چمڑی والے لوگ نہیں۔ ان کے لیے وہی سچ ہے جو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ میں ان کی mentality بدل نہیں سکتے معظم۔ بابا اب بھی انھیں یاد کرتے ہیں۔ لیکن وہ بہت سڑ ونگ ہیں۔ اب وہ ہمارے سربراہ ہیں۔ تین اولادوں کو پالتے ہیں۔ کیا تمہیں اب بھی لگتا ہے ان سب باتوں کا کوئی فائدہ ہے؟" معظم نے نفی میں سر ہلایا۔

"جب ان لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا تو ہم کیوں ان کی وجہ سے آپس میں اختلافات پیدا کریں۔ ہم سب بند مٹھی کی طرح رہیں گے اور انھیں دکھائیں گے کہ ایک ہونے کی طاقت کیا ہوتی ہے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

معظم نے محض ہاں میں سر ہلایا۔

"بابا کے پاس بھائی ہیں جو ان کا دائیاں بازو ہیں، تم ان کا بائیاں بازو، میں ان کی بیٹی اور امی ان کی بیوی۔ He has a complete family پھر وہ اکیلے کیسے ہوئے بھلا؟ ہم ان کی طاقت ہیں، ان کی ڈھال ہیں۔ اور جب تک ہم ان کے ساتھ ہیں وہ کبھی اکیلے نہیں ہو سکتے۔" وہ اس وقت ایک سمجھدار بہن لگ رہی تھی۔

"اچھا بول لیتی ہوں نا میں؟" وہ آبرو اچکا کر پوچھ رہی تھی۔ معظم ہلکا سا ہنس دیا۔ علیزے بھی مسکرائی۔

"اسی لیے کہتے ہیں اگر راستے میں کوئی رشتہ دار مل جائے تو راستہ بدل لینا چاہیے۔"

"اگلی بار سہی۔"

وہ اب کافی ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے وہ نیم دراز ہوا اور گہری نیند سو گیا۔

علیزے کئی لمحے اسے دیکھتی رہی۔

معظم کبھی بھی اس طرح کی باتوں کو دل پر نہیں لیا کرتا تھا لیکن آج۔۔۔

وہ حساس ہمیشہ سے تھا لیکن اس کے دل میں یہ ساری باتیں ہوں گی اس بات کا اندازہ اسے نہیں تھا۔

ہمارے بڑے ہمیشہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے آپسی اختلافات کا اثر چھوٹوں پر بھی پڑتا ہے۔ وہ باتیں ان کے دلوں میں ناسور کی طرح رائج ہو جاتی ہیں۔ ایک مخصوص وقت کے بعد وہ باتیں تو ختم ہو جاتی ہیں لیکن زخموں کا جو زنگ ان چھوٹوں کے دلوں پر لگ جاتا ہے وہ کبھی نہیں اترتا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ علیزے ابھی تک شب خوابی کے مزے لے رہی تھی۔ معظم کے کمرے سے آنے کے بعد وہ بہت دیر تک جاگتی رہی تھی۔

ثریا بیگم اسے جگانے آئیں تو معظم نے منع کر دیا۔

قریباً دس بجے کے قریب اس کی آنکھ کھلی۔ اور سب سے پہلے نظر سائڈ ٹیبل پر پڑی جہاں ایک چاکلیٹ کا ڈبہ تھا۔ ساتھ ایک نوٹ بھی تھا۔

اس نے ڈبہ گود میں رکھا اور نوٹ کھولا۔

" رات میرے لیے جاگنے اور میرا خیال رکھنے کے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ۔"
 اسے پڑھ کر علیزے مسکرائی۔ پھر وقت دیکھا۔ یونی کا ٹائم تو نکل چکا تھا۔
 "شاید اسی میں کوئی خیر ہو۔ چلو اپنے پینڈنگ کام پورے کر لوں گی۔"
 تہیہ کر کے وہ اٹھ گئی۔
 اب دن کی شروعات ہونی تھی۔

دوستی کا تحفہ

یہ منظر ایک بک فیئر کا تھا۔ اسلام آباد میں ہر سال دو سے تین مرتبہ بک فیئر منعقد ہوتے تھے۔ شہر بھر سے لوگ اس میں شرکت کے لیے آتے تھے۔
 اس دفعہ کا بک فیئر الگ طریقے سے منعقد کیا گیا تھا۔ یہ ان ڈور اور آؤٹ ڈور، دونوں طرح سے ارینجڈ تھا۔
 ہر طرح کی آسائش وہاں موجود تھی۔ ہر طرح کی کتاب وہاں موجود تھی۔
 کھانے پینے کی سٹالز لگے تھے۔
 ایک بڑے سے ہال میں یہ میلہ سجا تھا۔ ہر عمر کے لوگ وہاں موجود تھے۔ زیادہ تعداد نوجوانوں کی تھی۔
 داخلی دروازے سے اندر قدم رکھو تو نظر اوپر تک جاتی تھی۔ ہال کی چھت بہت اونچی تھی۔ جس پر mosaic pattern بنا تھا۔

واپس نظر نیچے دوڑاؤ تو فاصلے فاصلے پر بک رکیس رکھے تھے جو کتابی شکل میں بنے تھے۔ ہر ریک کے ساتھ بیٹھے کے لیے لکڑی کی میز اور کرسیاں تھیں۔

ہال کے درمیان میں ایک بڑا ساحطہ تھا جو مخصوص فوٹو گرافی کے لیے سجایا گیا تھا۔ اسی کے دائیں اور بائیں طرف سے سیڑیاں نکل کر اوپر کی طرف جاتی تھیں۔

زمارہ اپنی دوست شائم کے ساتھ کچھ کتابیں دیکھنے میں مصروف تھی۔ ایف ایس سی پری میڈیکل کی تمام طلبہ کو یہاں لایا گیا تھا۔ سب لڑکیاں ٹولیوں کی صورت بکھر گئی تھیں۔

"زمارہ یہ بک دیکھو۔ مجھے رمشانے اس کارڈیوڈیا تھا۔ یہ بہت اچھی کتاب ہے۔" زمارہ نے بس "ہوں" میں جواب دیا۔ وہ کتابیں دیکھتی اور پھر رکھ دیتی جیسے ان میں کوئی دلچسپی ہی نہ ہو۔ شائم کب سے اس کا یہ رویہ انور کر رہی تھی۔

"زمارہ کیا ہوا ہے یار؟ جب سے آئی ہو بے زار سی بنی پھر رہی ہو۔ کوئی مسئلہ ہے کیا؟" بالآخر چڑھ کر اس نے کہا۔
 "مجھے یہاں نہیں آنا تھا۔ مجھے پڑھنا تھا آج۔ اتنی مشکل سے ایک دن چھٹی کامل رہا تھا۔ میں کل کا ٹیسٹ یاد کر لیتی۔" لو جی۔ اتنی سی بات پر اتنا موڈ خراب۔

"ہم دو بجے یہاں سے فری ہو جائیں گے پھر تم سارا دن کیا ساری رات پڑھتی رہنا۔ ابھی تو یہ ٹائم انجوائے کرو۔"

"تم مذاق اڑا رہی ہو میرا۔" زمارہ خلاف معمول چڑھ گئی۔ شائم کو اس کا یہ رویہ سمجھ نہ آیا۔

"اڑا بھی رہی ہوں تو کیا ہوا۔ دوست ہوں تمہاری۔ لیکن اس وقت نہیں اڑا رہی۔" زمارہ منہ بنا کر تھوڑا آگے چلی گئی۔ جہاں ریفریش منٹ کا انتظام تھا۔

"زمارہ کیا ہو گیا ہے۔ تم پہلے تو ایسی نہیں تھی۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوا بس مجھے گھر جانا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے میرا ٹائم ویسٹ ہو رہا ہے۔" اس نے جو س لیتے کوئے کہا۔

"اچھا یہاں میرے ساتھ ٹائم ویسٹ ہو رہا ہے اور اس دن نہیں ہوا تھا جب تم اس آئل ٹاور کے ساتھ گھوم رہی تھی۔" شائم نے اسی لڑکی کا ذکر کیا جسے زمارہ نے اپنا پین ادھار دیا تھا۔

"اس کو.. اس کو میری ہیلپ چاہیے تھی۔"

"رہنے دو زمارہ۔ اب باتیں مت بناؤ۔ تمہیں یہ ٹائم ویسٹ لگ رہا ہے نا۔ ٹھیک ہے جاؤ اسی کے پاس پھر تمہیں یہ فضول وقت بھی productive لگے گا۔" وہ کہہ کر رکی نہیں، چلی گئی۔ اور زمارہ اس کے پیچھے نہیں گئی تھی۔ کیا اسے جانا چاہیے تھا؟

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہیں اسے منانے جانا چاہیے۔" کسی کی آواز پر وہ جھٹکے سے مڑی۔ اور سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گئی۔

"آپ؟؟؟" وہ بے یقین کھڑی تھی۔ عزیزے مسکراتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔ اس نے سیاہ اور گولڈن رنگ کے امتزاج کا ایک جوڑا پہنا تھا۔ بالوں کو اوپن پونی میں باندھا تھا۔ آنکھوں میں کاجل بھرا تھا جس سے اس کی چھوٹی آنکھیں قدرے بڑی دیکھ رہی تھیں۔

"پہچانا مجھے..... (رک کر نام یاد کیا) زمارہ؟" اپنا نام یاد ہونے پر زمارہ بھی مسکرائی۔ اور سر اوپر نیچے ہلایا۔
 "آپ کو میں یاد ہوں؟" وہ تصدیق چاہتی تھی۔ علیزے دھیرے سے ہنس دی۔
 "اونٹلی مجھے ایک ملاقات میں کوئی بھی یاد نہیں رہتا... نام تو کبھی نہیں (اس بات پر کوئی یاد آیا تھا) لیکن تمہارا نام
 بھی یاد رہا اور تم خود بھی۔ کیسی ہو؟" علیزے نے نرمی سے اس کے گال چھوتے ہوئے کہا۔
 "بہت اچھی۔ آپ کیسی ہیں؟"

"تمہارے سامنے ہوں۔" علیزے نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔
 "کچھ دیر باہر چل کر بات کرتے ہیں۔ میں بھی اکیلی آئی ہوں اور تم بھی ابھی اکیلی ہی ہو۔ چلو گی؟" زمارہ اسے منع
 کیسے کر سکتی تھی۔ اس لڑکی سے اسے پوزیٹو وائبر آتی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ہال کی باہر موجود تھے۔ جہاں اس بک فیئر کا اتنے ہی اچھے طریقے سے انتظام کیا گیا تھا جسے اند
 تھا۔
 سبز گھاس پر جا بجا لوگوں کی ٹولیاں پھرتی نظر آرہی تھیں۔ بک ریکس کوشیڈ سے ڈھکا گیا تھا جس کے نیچے کھڑے
 ہونے کی جگہ تھی تاکہ دھوپ سے بچا جاسکے۔
 بالکل درمیان میں ایک بڑا سا فوارا تھا جس کے ارد گرد لوگ کھڑے تصویریں کھینچ رہے تھے۔
 علیزے اور زمارہ ایک درخت کے سائے تلے سنگی بنچ پر بیٹھ گئے۔ ہوا ٹھنڈی تھی۔ ہلکی ہلکی دھوپ بھی نکلی تھی۔

"تمہاری دوست کہاں ہے؟" وہاں بیٹھ کر سب سے پہلے علیزے نے اس سے سوال کیا۔ زمارہ چپ رہی۔

"تمہیں نہیں لگتا تمہیں اسے منانا چاہیے۔ وہ تمہارے ساتھ یہاں ٹائم گزارنے آئی تھی اور تم نے اس کو ناراض کر
 دیا۔" علیزے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں نے اسے کہا تھا مجھے یہاں نہیں آنا۔ وہ پھر بھی مجھے یہاں لے آئی۔" زمارہ نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر تمہیں کہاں جانا تھا؟" وہ ان دونوں کی باتیں سن چکی تھی۔

"مجھے گھر ہی رہنا تھا۔ ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی۔"

درخت کے پتے ہوا کے جھونکے سے شور پیدا کر رہے تھے۔ اکا دکا پتے گر بھی پڑتے۔

"تم جانتی ہو انسان کا بہترین دوست کون ہوتا ہے؟ کتابیں۔" زمارہ نے گردن اس کی طرف موڑی۔ "کتابیں ہر انسان کی بہترین دوست ہوتی ہیں۔ اور کتابوں سے عشق کرنے والے لوگ دنیا کو ایک الگ رخ سے دیکھتے ہیں۔" زمارہ اس کی باتوں کو پروسیس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کتابوں سے دوستی،،، الگ رخ۔

"ہم وہی دیکھتے ہیں جو ہمیں نظر آتا ہے۔ ہماری عقل کل ہمیں وہی دکھاتی ہے جو ہم دیکھ سکتے ہیں یا دیکھنا چاہتے ہیں لیکن کتابیں ہمیں وہ دکھاتی ہیں جو اگر ہم دیکھنا چاہیں تو ہمارے لیے نعمت ہے اور اگر نہ دیکھنا چاہیں تو آزمائش ہے۔"

آزمائش؟؟ کتابیں نہ پڑھنا کیا آزمائش ہے؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"وہ انسان کتابوں سے عشق کر کے انھیں ہڑھتا ہے تو کتابیں اسے بہت کچھ سکھاتی ہیں۔ جو وہ ہر قاری کو نہیں سکھاتیں۔ وہ تمہیں لوگوں کو پڑھنا سکھائیں گی، ان کے رویوں کو سمجھنا سکھائیں گی، مسئلوں کے حل سمجھائیں گی، سب سے بڑھ کر تمہیں کفرٹ دیں گی جو لوگ نہیں دے سکتے۔ آپ کی بیسٹ فرینڈ، آپ کے باقی دوست، آپ کا پیسہ، آپ کی پڑھائی، آپ کی جاب،،، کچھ بھی آپ کو کفرٹ نہیں دے سکتا لیکن کتابیں دے سکتی ہیں۔ کتابیں ہمیشہ کفرٹ دیتی ہیں۔ کیا تمہیں نہیں لگتا تمہیں بھی کتابوں سے دوستی کر لینی چاہیے؟"

وہ لڑکی جو ہمیشہ روسٹر رکھڑے ہو کر ناجانے کتنے لوگوں کو خاموشی سے اسے سننے پر مجبور کیے رکھتی تھی آج وہ علیزے کے سامنے خاموش تھی۔ بے بس تھی۔

آج تک لوگوں نے اسے سنا تھا اور آج اسے کسی کو سننا پڑ رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اسے سننا چاہتی تھی۔ اس کا بولنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

لیکن اس کو کتابوں سے دوستی کیوں کر لینی چاہیے۔

"اب تم یہ سوچ رہی ہو گی کہ تمہیں کتابوں سے دوستی کیوں کر لینی چاہیے۔ ہے نا؟" علیزے کے سوال پر زماہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ میرا ذہن کیسے پڑھ رہی ہیں؟" سوال پر علیزے بے اختیار ہنس پڑی۔ یہ وقت اس پر بھی آیا تھا اور وہ ایسے ہی حیران ہوئی تھی۔

Safar-e-Adab

"کیونکہ میں کتابیں پڑھتی ہوں۔" ساتھ اسی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم ابھی لوگوں کو صحیح سے نہیں پہچانتی۔ کون تمہارے ساتھ مخلص ہے اور کون نہیں۔ تمہیں یہ جاننا چاہیے۔ اور اس کے لیے کوئی وجہ نہیں اترے گی۔ نہ تمہارے ذہن میں یہ صلاحیت ڈال دی جائے گی۔ اس کے لیے تمہیں خود محنت کرنی پڑے گی۔"

"کتابیں پڑھنے سے میں لوگوں کو پڑھ سکوں گی؟"

"تم انسانی سائنکی سمجھنے لگوگی۔ تم لوگوں کی باتوں کو بہتر طریقے سے پروسیس کر سکوگی۔ ان کے لہجوں کو سمجھنے لگوگی۔ جن کو نہ نہیں کہہ پاتی انھیں ناں کہہ پاؤگی اور سب سے بڑھ کر دوسروں کی ناراضی کا خیال رکھ پاؤگی کیونکہ جو شخص کتابوں کی قدر کرتا ہے، ان کو حفاظت سے رکھتا ہے تو پھر کتابیں بھی اس کا خیال رکھتی ہیں۔ تم میری بات سمجھ رہی ہونا؟" زمارہ نے میکا کی انداز میں سر ہلادیا۔

"اس کے علاوہ تمہیں ایک اور کام کرنا ہے۔"

"کیا؟"

"دعا۔"

"دعا؟"

"بالکل۔ دعا کیا کرو۔ اللہ سے دعا کرو جب تک تمہیں لوگوں کو سمجھنا نہ آجائے تب تک تمہارے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ بنا دیں تاکہ کوئی تمہاری معصومیت کا فائدہ اٹھا کر تمہیں نقصان نہ پہنچا دے کیونکہ یہ دنیا بہت ظالم ہے زمارہ۔ بہت خود غرض۔ خود کو اس cruel world سے بچا کر رکھنا چاہتی ہو تو "دعا" کیا کرو۔"

"میں اپنے لیے دعا کروں؟"

"بالکل۔ اپنے لیے دعا کرو۔"

"ایسے تو میں خود غرض بن جاؤں گی۔"

"اپنے لیے دعا کرنے والا خود غرض نہیں ہوتا۔ بلکہ قدر شناس ہوتا ہے۔ جسے اپنی قدر کرنی آتی ہے وہ اپنے لیے دعا کرتا ہے۔ کیونکہ اسے اپنا آپ دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ ایسے کو بار بار ہرٹ ہونے سے بچ جاتا ہے۔" زمارہ نے ایک نظر اندر ہال کی جانب دیکھا۔ اس نے بھی تو اپنی دوست کو ہرٹ کیا تھا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

"کیا تمہیں نہیں لگتا اب تمہیں اسے منانے جانا چاہیے؟" زمارہ نے علیزے کو دیکھا۔ اور کئی لمحے دیکھتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند قدم آگے گئی پھر کی۔ پلٹی۔

"آپ اللہ کی طرف سے میرے لیے ایک تحفہ ہیں۔" علیزے مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئی۔ شاید آج کے دن کی یہی خاص بات تھی۔

"دوست ہمیشہ تحفہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ بس جو قدر کر لے اس کے پاس رہ جاتے ہیں۔ اور جو نہ کرے اس سے چھین لیے جاتے ہیں۔"

بات زمارہ کے لیے تھی لیکن چچی علیزے کو تھی۔ دل میں درد کی ایک ٹس سی اٹھی تھی۔ لیکن چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائے رکھی۔

"کیا ہم دوبارہ ملیں گے؟"

علیزے کی مسکراہٹ سمٹی۔

بہت کچھ ایک ساتھ یاد آیا تھا۔

بھور بن کی سیر...

مسٹر ایڈیٹ...

کڑک چائے کی مہک...

محبت کی نظم...

لا تعداد جگنو...

("کیا آپ وعدہ کرتی ہیں کہ اگر ہم دوبارہ ملیں گے تو آپ میری دوستی قبول کریں گی؟")

"کیا ہم دوبارہ ملیں گے؟"

"آپ کو کیوں لگتا ہے کہ ہم دوبارہ نہیں ملیں گے؟" وہ نرمی سے گویا ہوا۔

"اور آپ کو کیوں لگتا ہے کہ ہم دوبارہ ملیں گے؟" وہ بھی نرمی سے گویا ہوئی۔

"کیونکہ یہ دنیا گول ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

"قسمت نے ملوایا تو ضرور۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

یہ تو طے تھا کہ انسان آگے بڑھ جاتا ہے لیکن ماضی کی یادیں بلا تعامل اس کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

"بتائیں۔" زمارہ کے پکارنے پر وہ ہوش میں آئی۔ پھر کھلے دل سے مسکرا دی۔

"قسمت نے ملوایا تو ضرور۔" اور وہ جانتی تھی اگر وہ سب قسمت کے حوالے کر دے گی تو قسمت اس پر مہربان رہے

گی۔

زمانہ مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔
علیزے نے آسمان کی جانب دیکھا اور پھر سے دیرایا۔

"قسمت نے ملوایا... تو ضرور۔"

اڑان

سورج کی شوخ کرنیں اسلام آباد کو خیر آباد کہتی ہوئی اس کی حدود سے دور جا رہی تھیں۔ پیچھے سرخی مائل رنگ چھوڑ رہی تھیں جو بھیڑ نما بادلوں پر ایک چمکتا تاثر پیدا کر رہی رتھیں۔
دیکھنے والوں کے لیے یہ نظارہ قابل دید تھا۔

اسی منظر سے لطف اندوز ہونے کے بعد علیزے ٹیرس سے سیدھی لاؤنج میں آئی تھی جہاں ایک ہی صوفے پر مظہر اور معظم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کسی بات پر ہنس بھی رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی مظہر اور معظم ہیں جن کے بچ اس دن کوئی تلخی کلامی کوئی تھی۔

دونوں بھائیوں کو ایک بند مٹھی کی صورت دیکھ کر اسے اچھا لگ رہا تھا۔

رشتوں میں کلفت آجایا کرتی ہے لیکن رشتے اس کلفت سے نہیں بگڑتے۔ خرابی تب آئی ہے جب ان کلفتوں کے بعد کوئی مناسب حکمت عملی نہ کی جائے اور دوریاں مزید بڑھ جائیں۔ صد شکر کہ اس دونوں کے معاملے میں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

"Important announcement" ان دونوں کے سامنے آکر اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ اسی دوران امی بھی آگئیں اور سنگل صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"مجھے آپ سب سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے جیسے ابھی اجازت ملے کی اور وہ نان اسٹاب بولنا شروع کر دے گی۔ اس کے چہرے پر دبی دبی سی خوشی تھی۔

"تمہید کے بغیر شروع کرو۔" معظم نے بادشاہ سلامت بنتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
 "مجھے ڈرائیونگ سیکھنی ہے۔" اس نے جھٹ سے بول دیا۔ اب ان کے ری ایکشن کا انتظار تھا۔
 "یہ ضروری بات تھی؟" بادشاہ سلامت نے پوچھنا ضروری سمجھا۔ علیزے نے زور زور سے ہاں میں سر ہلا دیا۔ اور اگلے ہی لمحے بادشاہ سلامت اپنی تمام تر سنجیدگی پس پشت ڈالتے ہوئے ہنس پڑے۔

علیزے کو اس کی حرکت سے سخت تپ چڑھی۔
 "میں نے کوئی لطیفہ تو نہیں سنایا۔ ہنس کیوں رہے ہو؟"
 "مجھے لگا کوئی سیریس بات ہوگی۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یار شکل اچھی نہ ہو تو بندہ بات اچھی کر لیتا ہے۔"
 "بھائی....." اس نے روہانسی ہو کر مظہر کو دیکھا جس نے زیر لب مسکراتے ہوئے معظم کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
 "تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی ڈرائیونگ سیکھنے کی؟"

علیزے نے ایک ہاتھ کمر پر رکھ کر خفگی سے اپنی ماں کو دیکھا۔۔ روایتی امی۔

"امی... آپ کا ڈرائیور تو کیمرے میں ہاتھ دیکھا کر بھاگ گیا ہے۔ میرے ڈاکٹر بھائی کے پاس ٹائم نہیں ہوتا۔ بابا آفیس ہوتے ہیں اور یہ اخروٹ اتنی لیٹ آتا ہے۔ امی اس پر نظر رکھیں واقعی یونی جاتا ہے یا کلاس کا بہانہ کر کے کہیں اور جاتا ہے۔" اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے مشکوک انداز میں معظم کو دیکھا۔

"ہاں میں تو Queen Elizabeth کی جدی پشتی سنبھالنے جاتا ہوں۔ تم تو جیسے بالکل بھی لیٹ نہیں کرتی۔ امی چار بجے کا کہہ کر ساڑھے چار کر دیتی ہے اور میں پاگلوں کی طرح پارکنک میں کھڑا اس کا انتظار کرتا ہوں۔" آخر میں کچھ بڑبڑایا۔

"کیا ہو گیا اگر تھوڑا ویٹ کرنا پڑ جاتا ہے۔ تمہارا کون سا بزنس ہے جو تمہارے وقت پر نہ پہنچنے سے اسے نقصان ہو جائے گا۔"

"خیر جو بھی ہے لکھو الو مجھ سے ڈرائیونگ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔" معظم ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"نہ میں کم عمر ہوں نہ ہی کم عقل کہ ڈرائیونگ نہ سیکھ سکوں۔"

I am mature enough to drive

وہ بھی اپنی بات پر بضد تھی۔

"سوری لیکن میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔"

"اوہیر و تم سے سیکھ بھی کون رہا ہے۔" اس نے معظم کی غلط فہمی کو دور کیا۔ وہ پھر سے کچھ بڑبڑاتا رہ گیا۔

"بھائی... امی.. آپ دونوں تو کچھ کہیں۔"

"ڈرائیور کا ریجنج کر دیں گے تمہیں۔" سب سے پہلے امی نے کہا۔ معظم اب اپنے فون میں مصروف ہو چکا تھا۔

"امی....." وہ بے بسی سے چیخی۔ "آپ تو روایتی ماؤں کی طرح مت کریں۔ مجھے خود ڈرائیونگ سیکھنی ہے۔"

"امی سیکھنے دیں اسے۔ اب نہیں سیکھے گی تو کب سیکھے گی۔" مظہر کی طرف داری پر وہ دل سے مسکرائی۔

"اور سیکھائے گا کون۔"

"اس کا انتظام میں کر دوں گا۔"

"تھینک یو بھائی۔" وہ خوش تھی۔ اسے اڑنے کے لیے پر مل رہے تھے۔

اگر گھر کے مرد بیٹیوں کو اڑنے کے لیے پردے دیں تو انھیں ساری زندگی دوسروں کے سہاروں پر رہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

علیزے خوشی خوشی کمرے میں آئی۔ کچھ گنگناتی ہوئی الماری تک آئی۔ کل کے لیے سوٹ نکالنا تھا۔ تب ہی اس کی نظر ایک چکوری ڈبے پر پڑی۔ یہ وہی ڈبہ تھا جو اسے بھور بن سے ملا تھا۔

"اوہ اسے تو میں بھول ہی گئی تھی۔" سوٹ چھوڑ کر وہ اس ڈبے کو لیے بیڈ پر آ بیٹھی۔ چاروں طرف سے اسے دیکھا۔

اس پر رنگ لاک لگا تھا۔ ایک مخصوص کوڈ، بشمول چار اعداد، لگا کر وہ لاک کھل جاتا تھا لیکن کوڈ کیا تھا؟

"میں بھور بن میں پہلی دفعہ گئی تھی بھلا مجھے کیسے پتہ ہو گا اس کا کوڈ۔ اور میں بھی پاگل ہوں جو اس لڑکی کی باتوں میں آ گئی۔ اف کیا کروں..."

اس نے مختلف نمبرز لگائے لیکن وہ نہ کھلا۔ پھر ذہن میں ایک خیال آیا۔ احمر۔ وہ بھی تو اسی ٹرپ پر تھا شاید اسے بھی ملا ہو۔

"کل جا کر پوچھوں گی اس سے۔" وہ تہیہ کرتی اٹھی اور اس بوکس کو واپس اس کی جگہ ہر رکھ دیا۔

گپ شپ

اس وقت علیزے کوری ڈور میں ایک طرف پاؤں لٹکا کر بیٹھی تھی۔ یہ سطح زمین سے ٹھوڑی اونچی چگہ تھی۔ آج کلاسز بارہ بجے کے بعد تھیں اور ابھی دس بج رہے تھے۔ وہ فارغ بیٹھی انسٹاگرام سکروول کر رہی تھی۔ "اتنی ہمت کہاں سے آتی ہے؟" اس نے آواز پر سراٹھا کر دیکھا۔ احمر سیاہ جینز اور سیاہ شرٹ میں ملبوس چلتا ہوا اسی کی طرف آ رہا تھا۔ علیزے نے لاعلمی سے کندھے اچکا دیے۔

احمر قریب پہنچ کر فاصلے پر رک گیا۔ پھر ساتھ سے سر پر تین دائرے بنائے۔ یعنی حمزہ والا واقعہ۔ علیزے اس کا اشارہ سمجھ کر ہلکا سا ہنسی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا تم نے اتنا کمزور سمجھا تھا مجھے۔"

"اینٹ کا جواب پتھر سے دینا آتا ہے تمہیں۔ یہ بات میں جانتا ہوں لیکن تمہاری ہمت دیکھ کر یقین مانو میں حیران رہ گیا تھا۔" علیزے نے سر اٹھانے والے انداز میں خود کو داد دی۔

"کسی نے کہا تھا ہر عمل کے پیچھے ایک کہانی ہوتی ہے۔ میں وہ کہانی سننا چاہوں گا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے کہہ رہا تھا۔

علیزے نے سامنے دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میری بانیہ نے آج تک مجھے کبھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کبھی مذاق میں بھی نہیں مارا تھا۔ جب میں غلطی کرتی تھی تو پیار سے سمجھا دیتی تھیں۔ ہلکا سا ڈپٹ دیتی تھیں۔ لیکن اس دن انھوں نے مجھے مارا تھا۔ وہ پہلی دفعہ بانیہ کی طرف سے تھا جب انھوں نے مجھے مارا تھا اور آخری دفعہ میری طرف سے تھا جب میں نے انھیں موقع دیا تھا۔" وہ کہتے ہوئے دور افق پر دیکھ رہی تھی۔ ماضی کی ہواؤں نے چپکے سے ان دونوں کے درمیان بسریا کر لیا تھا۔ احمر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"میرا زیادہ تر بچپن بانیہ کے گھر گزرا ہے۔ ایک دفعہ چھٹیوں میں، میں ان کی طرف رہنے گئی تھی۔ کمرے کی کھڑکی سے میں نے کچھ بچوں کو کرکٹ کھیلتے دیکھا تو مجھے بھی شوق پیدا ہوا کھیلنے کا۔ میں خوشی خوشی بانیہ کے پاس گئی اور ان سے اجازت لینی چاہی۔ انھوں نے منع کر دیا کی شرارتی بچے ہیں۔ تمہیں چوٹ لگ جائے گی۔ تم مت جاؤ۔" علیزے کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ احمر بھی اٹھ گیا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ماضی کی ہوائیں بھی ان کے ساتھ ہو لیں۔

"لیکن میں بضد تھی۔ میں ان کے منع کرنے کے باوجود باہر کھیلنے چکی گئی۔ وہ بچے واقعی بہت شرارتی تھے۔ وہ فاول کھیل رہے تھے۔ میں نے ایک دوبار انھیں ٹوکا تو انھوں نے مجھ سے بد تمیزی کی۔ مجھے غصہ آیا لیکن میں چپ رہی۔ پھر سع جب میری باری پر انھوں نے فاول کھیلا تو میں چپ نہیں بیٹھی۔ میں نے انھیں سختی سے کنفرنٹ کیا۔ میں ایک تھی اور وہ زیادہ تھے۔ خیر بات اتنی بڑی نہیں تھی لیکن وہ جھگڑے میں بدل گئی۔ اور اسی دوران ان میں سے ایک نے مجھے دھکا دیا۔ میرے بازو پر چوٹ لگ گئی۔ میں روتے روتے گھر گئی اور بانیہ کو سب بتایا۔ بجائے بانیہ مجھے چپ کروا تیں یا اس لڑکے کے گھر اس کی شکایت لے کر جاتیں انھوں نے مجھے کمر پر تھپڑ مارا۔" دونوں گارڈن میں موجود تھے۔ علیزے نے بے یقین نظروں سے احمر کو دیکھا جیسے یقین دلانا چاہو ہو یہ بات اس کے لیے کتنی حیرت انگیز تھی۔

"Can you believe this" میری بانیہ نے مجھے مارا۔ اور تب انھوں نے مجھ سے بس اتنا کہا کہ
 "تم مہر النساء خانم کی نواسی ہو کر ان لڑکوں سے مار کھا کر آگئی؟ میں نے تمہیں یہ تو نہیں سکھایا تھا۔"
 اس نے چہرہ واپس سامنے کی طرف کر لیا۔

"پھر کیا ہوا؟" اس سارے میں وہ پہلی بار بولا۔ علیزے ایسے مسکرائی جیسے وہ ابھی ان لڑکوں کو مزہ چکھا کر آئی ہو۔

"پھر ہونا کیا تھا۔ علیزے رئیس سکندر اپنی form میں آگئی۔ میں انھی آنسوؤں کے ساتھ اس لڑکے کے گھر گئی۔
 اس کی امی ابو کو اس کی شکایت لگائی۔ اور یہ بھی بتایا کہ ان کا بیٹا سارا سارا دن گلی کے سرے پر کھڑے ہو کر کیسے کیسے
 لڑکیوں کو تاڑتا ہے۔ ان پر آوازیں کستا ہے اور کیسے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ان کا مزاق اڑاتا ہے۔"
 وہ جو ابھی تک محفوظ ہو کر سن رہا تھا، اس بات پر ٹھٹک گیا۔

"تمہیں یہ سب بھی پتا تھا؟" وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ علیزے اس کا ردِ عمل دیکھ کر ہنس پڑی۔
 "ہاں۔ میں ہر گھر کی خبر رکھتی تھی۔ کسی کو کچھ پتہ ہو یا نہیں علیزے کو سب پتہ ہوتا تھا۔" کہتے کوئے وہ ایک سنگی بچ
 پر بیٹھ گئی۔
 BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پھر اس لڑکے کے والدین نے کیا کیا؟ احمد درخت سے ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا۔
 "انھوں نے اسے میرے سامنے اچھی خاصی مار لگائی۔ اس دن کے بعد اس نے یاس کے دوستوں نے مجھ سے پڑگا
 نہیں لیا تھا۔"
 کہانی ختم ہو چکی تھی۔ ماضی کی ہواؤں مسکراتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گئیں۔

"واؤ۔ مطلب حمزہ کے ساتھ ہو بھی کیا اس کے پیچھے یہ وجہ تھی۔" اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"وہ فاول کھیل رہا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر کیل پھینکے تاکہ میں ہار جاؤں۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح جیت جائے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ سامنے علیزے ہے جو دھوکہ دینے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔" احرر کے گلے میں گلی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"ایک بات کہوں؟"

ہوں۔

"تم اس سے بیس فٹ کی دوری بنائے رکھا کرو۔ پلیز میری بات کو غلط مت سمجھو۔ تم ابھی نئی کو یہاں۔ میں اسے پچھلے ایک سال سے جانتا ہوں۔ وہ تمہیں بار بار تنگ کرے گا۔ بار بار اکسائے گا۔ اور اگر تم ایسے ہی اسے جواب دیتی رہی تو وہ تمہیں نیچا دکھانے کے لیے سب کچھ کرے گا۔ وہ اس بات کو اپنی ضد بنالے گا اور ضد میں انسان ہمیشہ وہ کرتا ہے جو وہ نہیں کرنا چاہتا۔"

یہی بات اس نے کچھ دنوں پہلے معظم کو سمجھائی تھی۔ وہ خود کیسے بھول گئی۔

"کیا تم اتنا کر سکتی ہو؟" آج ایک دوست اسے یہ بات سمجھا رہا تھا۔ اور جسے علیزے دوست مان لے تو اس کے بات پر دل سے یقین رکھتی ہے۔

یہ وعدہ رہا

علیزے اس وقت گھر جانے کے لیے یونی سے نکل رہی تھی جب اسے احمر کھڑا مل گیا۔ وہ ایک ستون سے ٹیک لگائے کھڑا تھا جس کے سامنے سبزہ تھا۔ علیزے اسی طرف بڑھ گئی۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو؟" احمر نے آواز پر جھکا چہرہ اٹھایا۔

"ایک فون کال کا انتظار کر رہا تھا۔ تم بتاؤ۔"

"معظم کا ویٹ۔" اس نے ہلکے سی کندھے اچکائے اور تین چار اسٹینپس اتر کر ایک بنچ پر بیٹھ گئی۔

احمر نے آبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"کیا؟"

"اب بھی تم نے اس بارے میں نہیں سوچا؟" احمر تاسف سے سر ہلاتا نیچے اترا۔

علیزے کو سمجھ نہ آیا وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ لیکن یہ نا سمجھی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔

"اوہ.. میں تمہیں بتایا بھول گئی۔ میں نے بھائی سے بات کی ہے۔ وہ مان گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے

دوست سے بات کریں گے اور میں سنڈے سیشنز لے لیا کروں گی۔ باقی دنوں میں میں خود پر کیٹس کروں۔"

وہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

احمر ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے احمر کی بات کا مان رکھا تھا۔

"تم چاہو تو باقی دنوں میں، میں تمہیں ٹریننگ دے سکتا ہوں۔" علیزے اس کے مقابل کھڑی تھی۔

دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ آس پاس سبزہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کی بات پر علیزے نے آبرو اچکائے۔

"پیڈ یا خدمتِ خلق؟" اس کی بات کر احمر ہلکا سا ہنسا۔

"مداوا۔" یک حرفی جواب۔

"مداوا؟ کس چیز کا؟"

"تمہیں کم عقل سمجھنے کا۔" وہ مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔ علیزے کے ماتھے ہر شکنیں در آئیں۔

"تم نہ ماننا کہ میں عقل مند ہوں۔"

"تم نے ابھی تک ایسا کوئی موقع ہی نہیں دیا۔"

اسے تنگ کرنے میں مزہ ا رہا تھا۔ وہ ایسے ہی ہلکی پھلکی تکرار کرتے رہے۔ اچانک کسی کی آواز پر وہ دونوں رک گئے۔

کسی کے رونے کی آوازیں۔ ایسے جیسے کسی کا دم گھٹ رہا ہو اور وہ بولنا چاہ رہا ہوں۔ علیزے احمر فوراً اس آواز کی طرف بھاگے۔

دائیں طرف ایک کونے میں ایک لڑکی زمین پر گری پڑی تھی۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی۔ علیزے اور احمر ایک ساتھ اس کی طرف بڑھے تھے لیکن علیزے کے قدموں کی رفتار احمر سے زیادہ تیز تھی۔ وہ اس لڑکی کے قریب پہنچ کر ایک دم گرسی گئی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کی پیٹھ سہلارہی تھی۔ لڑکی کا تنفس بگڑتا جا رہا تھا۔ علیزے ایک دم پریشان ہو گئی۔

احمر اسی وقت مڑا تا کہ کسی کی مدد لے سکے لیکن علیزے کی اگلے بولے جانے والے الفاظ پر وہ ٹھہر گیا۔

"تمہیں پھر سے ایسٹھماٹیک آیا ہے نا۔ کتنی بار کہا ہے اپنا ان ہیلر اپنے پاس رکھا کرو لیکن تم کبھی نہیں رکھتی۔"

احمر دھیرے سے مڑا۔ علیزے اس کی حیرت سے بے نیاز اپنا بیگ ٹٹولنے میں لگی تھی۔ پھر ایک ان ہیلر نکال کر

اسے دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اس کی پیٹھ بھی سہلارہی تھی۔

ان ہیل کرنے کی وجہ سے ان اس کا بگڑا تنفس بحال ہو رہا تھا۔

علیزے نے اسے اٹھا کر بچ پر بیٹھایا۔

"جب تمہیں پتہ ہے تمہیں استھما ہے تو ان ہیلر اپنے پاس کیوں نہیں رکھتی۔ ساری زندگی میں تو نہیں رہوں گی تمہیں دینے کے لیے۔" لڑکی اپنا رونا دوک کر علیزے کو دیکھنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتہ میں ان ہیلر اپنے پاس نہیں رکھتی۔"

علیزے کے گرد و نواح میں ہر چیز ساکن ہو گئی۔ وہ خود بھی نمک کا مجسمہ بن گئی۔

ایک۔ دو۔ تین۔

وہ بے یقینی سے کھڑی ہوئی اور اپنے قدم پیچھے کی جانب موڑے۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ اسے استھما اٹیک ہوا ہے؟" پیچھے کھڑے دوسرے نمک کے مجسمے نے اس کے کانوں میں صور پھونکا۔ علیزے ٹھہر گئی۔ نہ وہ پیچھے مڑ سکتی تھی نا آگے بڑھ سکتی تھی۔

وہ ایک بھنور میں پھنس چکی تھی۔ اور اسے نہیں پتہ تھا وہ کیسے نکلے گی۔ وہ پہلے نہیں نکل سکی تھی اور اب....

"علیزے؟" پیچھے سے آتی آواز پر اس کی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا۔

اب پیچھے کوئی کھڑا تھا۔ کوئی جو اس کے لیے کھڑا تھا۔

علیزے نے دھیرے سے مڑ کر اس چٹان نما ذی روح کو دیکھا۔ وہ جو اس کا مسیحا تھا۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

وہ آنکھوں میں نرمی اور فکر لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ سمجھا گیا تھا شاید۔ وہ ہمیشہ سمجھ جایا کرتا تھا۔

علیزے کی آنکھوں میں آنسو آٹھہرے۔ وہ ایک سیکنڈ مزید نہیں رک سکتی تھی۔ وہ نظریں جھکائے وہاں سے چل پڑی۔

پہلے بھی ایک موقع آیا تھا۔

بھور بن میں۔

اس نے علیزے کے دل کو چوٹ پہنچائی تھی۔

وہ روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

وہ اس کے پیچھے نہیں گیا تھا۔

لیکن آج...

آج وہ علیزے کے پیچھے گیا تھا۔ آج اسے جانا تھا۔
علیزے تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس کا رخ خالی میدان کی طرف تھا جہاں مشکل سے ہی کوئی ایک دو لوگ نظر آتے تھے۔ اسے انسانوں کے ہجوم سے دور بھاگتا تھا بس۔
ماضی کی یادیں پھر سے وارد ہو گئی تھیں۔ ان یادوں کا حملہ ہمیشہ اتنا ہی شدید ہوتا تھا۔
وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ دوبارہ اس دلدل میں نہیں جانا چاہتی تھی جس سے وہ اتنی مشکلوں کے بعد نکلی تھی۔

"علیزے۔ رک جاؤ۔" احمر اس کے پیچھے تقریباً بھاگ ہی رہا تھا۔ اسے علیزے سے بات کرنی تھی۔ ضرورت پڑتی تو اسے سمجھانا تھا۔ اس نے محنت کی تھی اس لڑکی کو اس کے ماضی سے نکالنے کی۔
اس لڑکی نے بہت مشکل سے اپنے اوپر چڑھے اس خول کو اتارا تھا جو اس کی سانسیں جکھڑ رہا تھا۔ اب دوبارہ وہ اسے ٹوٹے، بکھرتے اور روتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"علیزے پلیز دک جاؤ۔" علیزے بس تیز تیز قدم بڑھاتی جا رہی تھی۔ وہ خالی میدان میں جا پہنچی۔ راستے میں کئی لوگوں کی نظریں اس پر پڑی تھیں لیکن اس نے پروا نہیں کی۔

"علیزے خدا کا واسطہ سے رک جاؤ۔ کیوں بھاگ رہی ہو اپنے ماضی سے۔" اب کی بار احمر اونچی آواز میں بولا تھا۔
علیزے کے بڑھتے قدم تھم گئے۔ ہو اساکن ہو گئی تھی۔

"کیا اس طرح بھاگنے سے کچھ حاصل ہو گا؟" کن دشواریوں سے وہ یہاں تک پہنچی تھی کیا دوبارہ سے اسی دلدل میں پھنسنے کے لیے۔ او نہوں۔ اب وہ ایسا ہی نہیں ہونے دے گا۔

"تمہارے بیگ میں ان ہیلر ہونا یہ ثابت نہیں کرتا کہ تم ماضی کو بھولی نہیں ہو۔ میں جانتا ہوں تم ماضی میں جینے والی لڑکی نہیں ہو اور نہ اپنے ماضی کو یاد کرنا چاہتی ہو۔ پھر اس طرف بھاگ کر کیا فائدہ۔" وہ کیسے بتاتی کہ وہ خود سے بھاگ رہی ہے۔ وہ خود سے نظریں نہیں ملا پارہی۔

"یہ ارادہ نہیں تھا علیزے۔ یہ بس ہو گیا تم سے۔ تم نے ایک عادت کے تحت اسے اپنے بیگ میں رکھا تھا بس۔ اور کچھ نہیں۔ بھول جاؤ اسے۔" کیا وہ اس کے دل کی باتوں کا جواب دے رہا تھا؟ لیکن اس نے تو کچھ کہا ہی نہیں تھا پھر کیسے؟؟؟

"تم ماضی کو یاد نہیں کرنا چاہتی لیکن تمہارے آس پاس ایسا کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے جس سے تمہیں تمہارا ماضی یاد آ جاتا ہے۔ تو کیا ہوا؟ کوئی بات نہیں۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم خود کو مجرم کیوں بنارہی ہو۔" ہو ا خاموشی سے گزرنے لگی تھی۔ اس وقت ہوا کا شور علیزے کی سماعتوں میں احمر کی آواز پڑنے سے خلل ڈالتا۔

"تمہارے دل میں جو ہے وہ ایک دفعہ اپنی زبان پر لے آؤ۔ تم اسے یاد کرتی ہو ابھی بھی، اعتراف کر لو۔ خود سے جھوٹ مت بولو ورنہ تم حقیقت کا آئینہ کبھی نہیں دیکھ پاؤ گی۔"

BEING THE STRING OF YOUR LIFE

احمر جن نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، وہ دیکھ لیتی تو اپنا دکھ بھول جاتی۔ علیزے دھیرے سے مڑی۔ احمر کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ احمر نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی منت کی۔

(ایک دفعہ مجھے سن لو۔ صرف ایک دفعہ)

اور علیزے خاموشی سے ایک بچ پر بیٹھ گئی۔

احمر قدم قدم چلتا اس تک آیا اور بالکل اس کے عین سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ علیزے نے چہرہ جھکایا ہوا تھا۔

سورج ڈوب رہا تھا۔ شام کی سرخی بڑھ رہی تھی۔

سورج کی الوداعی کرنیں علیزے پر پڑ رہی تھیں۔ اور علیزے کا سایہ احمر پر۔ اس کا چہرہ تاریکی میں تھا۔

"جس انسان کے ساتھ ہم نے ایک عرصہ گزارا ہو، اسے ہم چاہ کر بھی اپنی زندگی سے نہیں نکال سکتے علیزے۔ وہ خود چلا جاتا ہے لیکن اس کی یادیں ہمیشہ، ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں۔ لیکن وہ یادیں کبھی اپنی مرضی سے ہمارے ذہن پر سوار نہیں ہوتیں، ہم انھیں اجازت دیتے ہیں۔" علیزے نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ جس کا چہرہ تاریکی میں تھا۔ لیکن جس کا دل روشن تھا۔

علیزے کے چہرے ہر سوال تھا۔ (کیا واقعی) اور احمر سے بہتر اسے کوئی کیسے جان سکتا تھا۔ وہ تو اسے دل کی آنکھوں سے پڑھتا تھا۔

احمر نے سر ہاں میں ہلایا۔

"ہاں۔ ہم انھیں اجازت دیتے ہیں۔ جن ہم کچھ نیا کرنے لگتے ہیں تب کیوں یاد کرتے ہیں اس وقت کو جو اس سے پہلے ہم نے گزارا ہوتا ہے۔ کیوں اس شخص کو یاد کرتے ہیں جو "اب والوں" کی جگہ ہوتا تھا کبھی۔ کیوں کچھ بھی نیا کرتے وقت ہم خواہش کرتے ہیں کاش اس کے ساتھ جو وقت گزارا ہوتا۔ کیوں ہم اس انسان تو تب یاد کرتے ہیں جب کوئی ہمیں خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیوں ہم پر رونق محفلوں میں اداسیوں کو دل میں جگہ دے دیتے ہیں جہاں ہمیں سب کے ہوتے ہوئے بھی اکیلا پن محسوس ہوتا ہے۔ کیوں ہم خوشی کے موقعوں پر انھیں یاد کر کے روتے ہیں جو ہمارے دکھوں پر ہمارے ساتھ کبھی نہیں روئے۔"

علیزے پر سے وہ سورج کی الوداعی کرنیں بھی رخصت ہو گئیں جو اس کے چہرے کو نمایاں کر رہی تھیں۔

ہواؤں کا زور بھی ٹوٹ گیا تھا۔

پولزلائٹس جل گئی تھیں۔ زرد بتیوں نے سارے میں روشنی پیدا کر دی تھی۔

دور سے دیکھو تو دو دو دونوں ان زرد بتیوں کے ہالے میں دو ہیولے لگتے تھے۔

"کیا ان سب" کیوں" کا جواب تم دے سکتی ہو؟"
وہ نرمی سے ہو چھ رہا تھا۔ علیزے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کسی کے پاس نہیں ہوتا۔ لیکن تم جانتی ہو ان سب" کیوں" کی وجہ سے ultimately ہوتا کیا ہے؟ اس سے تم ان یادوں کو اپنے اس پاس رہنے کے لیے وجہ دیتی ہو۔ خود کو اذیت میں رکھنے کی وجہ دیتی ہو۔ اس طرف وہ تمہاری ہی اجازت سے تمہاری زندگی میں آجاتی ہیں پھر تمہارا ان سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔"
وہ ابھی تک گھٹنوں کے بل بیٹھا کوا تھا۔ اس کے پاؤں سُن ہو چکے تھے لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی۔

کئی لمحے خاموشی میں گزرے۔ علیزے سر جھکائے ہوئے تھی۔ اور احمر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
"میں اسے نہیں بھلا سکتی۔" بالآخر خاموشی کا دورانیہ ختم ہوا اور علیزے نے کہنا شروع کیا۔
وہ یہ اعتراف نہ کرتی اگر سامنے احمر نہ ہوتا۔

"مجھے لگا تھا میں اسے بھول گئی ہوں لیکن....."

"شش....." احمر نے اسے ٹوک دیا۔
اس نے چہرہ اٹھا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"تم اس بات کا اعتراف میرے سامنے کیوں کرو گی؟ میں کون ہوں تمہارا؟"

علیزے ایک پل کے لیے خاموش ہو گئی۔

"دوست۔"

"دوستوں کے سامنے بھی ہر اعتراف نہیں کیا جاتا۔"

"تم نے کہا میں جھوٹ مت بولوں۔ جو دل میں ہے وہ کہہ دوں۔"

"میں نے کہا"خود سے جھوٹ مت بولو" اس وقت سچ تمہیں خود کو بتانا ہے۔ خود سے اعتراف کرنا ہے۔ اور کب اور کیسے کرنا ہے یہ جب صحیح وقت آئے گا تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔"

وہ کیسا شخص تھا۔ اپنی باتوں سے دل مول بھی لیتا تھا اور خود وجہ بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔

خود کو اس equation سے ہی باہر نکال دیتا تھا۔

"وعدہ کرو تم میری باتوں ہر عمل کرو گی۔" کہتے ساتھ اس نے اپنا ہاتھ اگر بڑھایا۔ اور ہتھیلی اس کے سامنے رکھ دی

-

"وعدہ کرو تم خود کو اس اذیت سے خود نکالو گی۔"

علیزے بس اسے دیکھے گئی۔ آنکھوں کے کٹورے بھرنے لگے تھے۔

"وعدہ کرو تم میری دوست علیزے کو اس کے ماضی سے نکالو گی۔" اور یہاں علیزے نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"یہ وعدہ رہا۔" ساتھ اس نے احمر کی ہتھیلی کے عین اوپر اپنی ہتھیلی رکھی لیکن ہاتھ مس نہ ہونے دیا۔
دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ برقرار رکھا۔
اب کی بار احمر بھی مسکرایا۔

پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ علیزے کو جانا تھا۔ اس نے قدم آگے بڑھالیے۔ پھر رک کی اور پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ
ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ وہ واپس نہیں گیا تھا۔ احمر نے پلکیں چھپکا کر اسے تسلی دی۔
علیزے اطمینان سے آگے بڑھ گئی۔ لیکن پھر رک گئی۔ پلٹ کر پھر سے دیکھا۔
کیا وہ اب بھی وہاں موجود تھا؟
اور وہ وہیں کھڑا تھا۔ ویسے ہی مسکراتا ہوا۔
وہ پھر سے آگے بڑھنے لگی۔

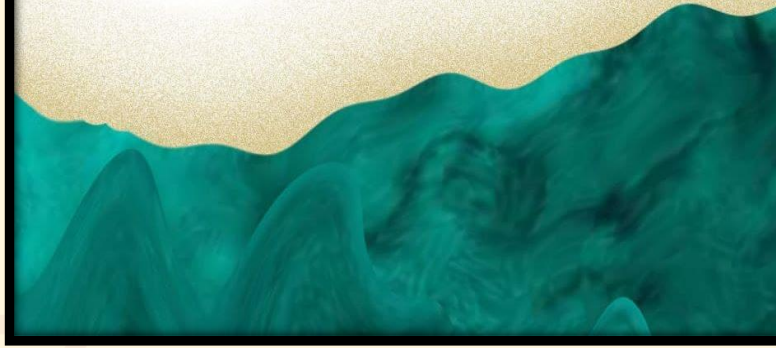
"علیزے۔" احمر نے اسے پکارا۔ اور وہ رک گئی۔ لیکن پلٹی نہیں۔ اسے نمک کا مجسمہ نہیں بننا تھا۔
"تم جب بھی پلٹو گی میں تمہیں یہیں کھڑا ملوں گا۔ تمہارے پیچھے۔"
اب کی بار وہ پلٹی۔ اور اسے دیکھا۔ وہ وہیں کھڑا تھا۔ اب علیزے اندھیرے میں تھی اور وہ روشنی میں۔
"احمر خان زادہ کا علیزے سے یہ وعدہ رہا۔"

اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ وہیں کھڑا ہو گا اور علیزے کو اس کے وعدوں پر یقین تھا۔
علیزے مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئی اور احمر خان زادہ اسے اپنی نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھتا رہا۔
یہ وعدہ رہا۔

(باقی آئندہ)

پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

"یہاں دستخط کرو غازہ ! " کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! " سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔ "بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹنے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

ایسین خانج



ابراہیم

تطمئن القلوب



دانش آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھانجی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اتر جائیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارے غم میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ "جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔ "وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟ "میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجھ جائے گی نا۔ "ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔ اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔ "میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

وراثت

فاطمہ ملک

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا بیٹا مانتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ!!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول درد سلاسل کی دیک جھلک

"ایسا تم نے اب بھی ظاہر کرتے رہنا ہے۔ یاد رکھنا، تمہاری بہن مرحہ ہے، اور پرسوں یعنی بروز جمع اُس کی سفیان ہمدانی سے منگنی ہے۔" وہ ہر لفظ پر زور دیتے اُس کو سمجھا رہے تھے۔ اسفند نے اثبات میں سر آہستہ سے ہلایا اور پھر وہ اپنے ازلی انداز میں لوٹ آیا۔

"میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں ڈیڈ لیکن۔" اور اسفند کے لیکن پر ایک بار پھر میران خان کو شدید غصہ آیا۔ "نکلے نا تم اُلو کے پٹھے، اب کیا شرط رکھنے لگے ہو؟"

"تعریف کے لیے شکریہ ڈیڈ لیکن آپ تو مجھے جانتے ہی ہیں۔ کچھ مان لو، کچھ منوالو ہی میرا واحد اصول ہے۔ تو بتائیں ماننے کو تیار ہیں؟" باپ کا ضبط آزمانے والا وہ موقع پرست اس وقت مسکرا رہا تھا۔

"بکو۔" میران خان نجانے کیوں اس کے ساتھ تمام تہذیب لحاظ بھول جاتے تھے۔ وہ تھا ہی ایسا۔ ناقابل برداشت اور موقع پرست۔

امرومان احمد
درد سلاسل

"آپ کو بس میرے ایک سوال کا سچا جواب دینا ہے۔"

"میں ضدی نہیں ہوں گدھے۔" اس کی باری وہ کوئی حرف اُدھار کہاں رکھتے تھے۔

"کیسا سوال؟"

"اب بتائیں ڈیڈ، سفیان ہمدانی کی ماں نے اُن سب کو برسوں پہلے کیوں چھوڑ دیا تھا؟"

"سفیان ہمدانی کی ماں نے پچیس برس پہلے وہ گھر کیوں چھوڑا تھا ڈیڈ؟"

"میری وجہ سے۔" یہ تین لفظوں پر مشتمل

میران۔ خان۔ کا چہرہ اگلے پل پہلے جیسا نہ رہا تھا۔

ساجواب اسفند پر کسی چٹان کی مانند گرا تھا۔

کئی رنگ آئے گئے اور وہ خاموشی سے رخ پھیرنے لگے۔

"مرد زیادہ سے زیادہ ایک عورت کی زندگی

برباد کر سکتا ہے اسفند لیکن۔۔۔" یہ لیکن

کے بعد کا توقف اسفند پر بے حد بھاری گزرا

"نو ڈیڈ۔ آپ یوں منہ نہیں موڑ سکتے۔ آپ کو سچ بتانا

تھا۔

ہو گا۔ آپ نہیں بتائیں گے تو میں رات کے اس پہر

وہ خاموش تھا مگر مضطرب اور ساکت۔

بھی وہاں جانے سے گریز نہیں کروں گا۔ آپ مجھے

روک نہیں پائیں گے اور اُنہیں روکنے کا کوئی حق ہی

BEING THE STRING OF YOUR KITE

نہیں۔ ہاتھ پکڑوں گا اور اپنی بہن کو سب کے سامنے

واپس لے آؤں گا۔ اور آپ تو مجھے جانتے

ہیں۔ میں۔۔۔ ایسا۔۔۔ کر سکتا ہوں۔" اُس کے ہر لفظ

میں سچائی تھی۔ وہ ضد پر آجائے تو سب کر گزرتا تھا۔

"تم دونوں بہن بھائی بہت ضد کرتے ہو یار۔" میران

خان کی بے بسی کا اعلان تھا یہ اور اسفند نے یوں

کاندھے اچکائے۔ "آپ پر گئے ہیں ڈیڈ۔"

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب